غزوات میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کا

خُلقِ عظیم

فتح خیبر اور فتح مکہ

حافظ مظفر احمد

فتح خیبر

فتح خیبر کی پیشگوئی :۔ فتح خیبر کا واقعہ ذوالقعدہ سن ۶ ہجری کا ہے۔ جس کے صرف دو تین ماہ بعد ہی اواخر محرم ۷ھ میں خیبر کا غزوہ ہوا۔ قرآن شریف ان واقعات کا ذکر کرتے ہوئے اور فتح خیبر کو حدیبیہ کا نتیجہ اور انعام قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَافِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًاo وَمَغَانِمَ كَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًاo وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِیْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَ كَفَّ اَیْدِیَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَیَهْدِیَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًاo (الفتح ۱۹ تا ۲۱)

ترجمہ:۔ اللہ مومنوں سے اس وقت بالکل خوش ہو گیا جب کہ وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے اور اس نے اس (ایمان) کو جو ان کے دلوں میں تھا خوب جان لیا۔ سو اس کے نتیجہ میں اس نے ان کے دلوں پر سکینت نازل کی اور ان کو ایک قریب میں آنے والی فتح بخشی (یعنی خیبر) اور بہت سے غنیمت کے مال بھی بخشے جن کو وہ قبضہ میں لا رہے تھے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جو تم اپنے قبضہ میں لاؤ گے اور یہ موجودہ مال غنیمت (خیبر) تم کو ان وعدوں میں سے جلدی سے عطا کر دیا ہے۔ اور لوگوں کے ہاتھوں کو (صلح حدیبیہ کے ذریعہ) تم سے روک دیا ہے۔ تاکہ یہ (واقعات) مومنوں کیلئے ایک نشان بن جائیں اور وہ (اللہ) تم کو اس کے ذریعہ سے سیدھا راستہ دکھائے۔

خلق عظیم :۔ فتح خیبر کے اس مضمون میں محض خیبر کے حالات بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ اس فتح میں آنحضور ﷺ کے ظاہر ہونے والے اخلاق کا ذکر خیر ہوگا۔ کیونکہ اللہ جل شانہ ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم (ن:٦) کہ تو ایک بزرگ خلق پر قائم ہے۔

"یعنی اخلاق کی تمام قسمیں' سخاوت' شجاعت' عدل' رحم' احسان' صدق' حوصلہ وغیرہ سب تجھ میں جمع ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی شریک حیات حضرت عائشہؓ کا یہ بے ساختہ بیان آپ کے اخلاق کی خوب عکاسی کرتا ہے کہ آپ کے اخلاق قرآن تھے۔ گویا رسول اللہ ﷺ کی کتاب زندگی قرآن شریف کی عملی تفسیر ہے۔ جس کا ورق ورق اخلاق فاضلہ کے چمکتے ہوئے بے مثل موتیوں سے سجا ہوا ہے۔

فتوحات نبوی میں اخلاق رسولؐ کا مضمون شروع کرتے ہوئے یہ ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ اپنے انبیاء اور اولیاء کی نسبت یہ ہوتا ہے کہ ان سے ہر قسم کے اخلاق صادر ہوں۔ اس لئے ان پر تنگی اور مصیبت کے زمانہ کے بعد فتح اور اقبال کا زمانہ بھی آتا ہے۔ جہاں ان کے اخلاق خوب آزمائے جاتے ہیں اور ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ کے اخلاق اس آزمائش پر سب سے بڑھ کر پورے اترے۔

پس ہمارے سید و مولا کے مکارم اخلاق کی عظمت یہ ہے کہ وہ حالات کی تبدیلی اور زمانہ کے انقلاب کے باوجود اپنے حسین جلوے دکھاتے نظر آتے ہیں۔ مشکلات کے پہاڑ اور مصائب کے طوفان اس کوہ استقامت کو ہلا نہیں سکتے اور فتوحات اور کامرانیوں کے نظارے اس کوہ وقار میں ذرہ برابر جنبش پیدا نہیں کر سکتے۔ تکلف اور تصنع سے پاک مَا اَنَا مِنَ

الْمُتَكَلِّفِيْنَ (ص:۸۰) کے مصداق ایسے کامل اور سچے اخلاق میں بلاشبہ خدائی شان جلوہ گر نظر آتی ہے اور ہر صاحب بصیرت انسان بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ اے آقا تیرے روشن و تاباں چہرے میں ایسی شان اور عظمت ہے جو انسانی شمائل اور اخلاق سے کہیں بڑھ کر ہے۔

فتح خیبر کے مضمون کی طرف واپس آتے ہوئے یہ ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صلح حدیبیہ خیبر کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اور حدیبیہ کے بعد تین ماہ کی قلیل مدت میں ہی خیبر فتح ہو گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ خیبر کو فتح قریب کے الفاظ سے یاد کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ حدیبیہ میں مسلمانوں کے صبرو استقامت اور جذبات کی قربانی کے مظاہرہ پر خوش ہو کر اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت جلد اپنے وقت سے بھی پہلے یہ فتح بطور انعام عطا فرمائی ہے۔ اس جگہ خیبر کے حالات کو سمجھنے کے لئے پس منظر اور دیباچہ کے طور پر یہود کے ساتھ بعض دوسرے غزوات اور غزوہ خیبر کے بعض واقعات کا بیان ناگزیر ہے۔

یہود مدینہ اور رسول اکرمؐ:۔ آپ جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لانے کے بعد یہود کے تین قبائل بنو قینقاع' بنو نضیر اور بنو قریظہ کے ساتھ امن و صلح سے رہنے کا معاہدہ کیا۔ یہود کے یہ تینوں قبیلے مدینہ کے جنوب مشرق میں چار پانچ میل کے اندر پھیلے ہوئے تھے۔

۲ ھ میں بدر میں مسلمانوں کی فتح کے بعد یہود کے تیور بدلنے شروع ہوئے اور انہوں نے مدینہ کے مشرکین اور منافقین سے مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور ریشہ دوانیاں شروع کر دیں۔ یہود بنو قینقاع اس میں پیش پیش تھے۔

جب اس معاہدہ شکنی' فساد اور بے حیائی کی ان سے پوچھ گچھ کی گئی تو وہ

قلعہ بند ہو کر مسلمانوں سے جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ اس کی سزا ان کی شریعت کے مطابق تو یہ تھی کہ ان کے جنگجو مردوں کو قتل اور عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے۔ (استثناء ۲۰/۱۳)۔ لیکن یہ نبی ﷺ کا احسان، شفقت اور وسعت حوصلہ تھا کہ آپ نے ان کی جان بخشی فرما دی۔ لیکن چونکہ مدینہ میں ان کا رہنا خطرناک تھا اس لئے آپ ﷺ نے بنو قینقاع کو مدینہ سے چلے جانے کا حکم دیا۔ ۴ھ میں یہود کے سب سے بڑے قبیلے بنو نضیر کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف اہل مکہ سے ساز باز رکھنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدام قتل کے منصوبہ کی صورت میں بدعہدی ظاہر ہوئی۔ (بخاری کتاب المغازی)

جب ان سے مواخذہ کیا گیا تو وہ بھی قلعہ بند ہو کر مسلمانوں سے برسرپیکار ہو گئے اور پندرہ دن بعد انہوں نے مال و اسباب سمیت مدینہ سے نکل جانے کی شرط پر قلعوں کے دروازے کھول دیئے۔

(ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۲۴۰، ۲۴۱)

آنحضرت ﷺ کا اصل مقصد چونکہ ان کی شرارتوں کا سدباب تھا اس لئے آپ نے یہ شرط مان لی۔ اور ۴ھ میں بنو نضیر کے یہودی اپنے اہل و عیال، تمام تر مال و اسباب اور سونے چاندی کے قیمتی زیورات وغیرہ ساتھ لیکر ڈھول باجے بجاتے اور قومی گیت گاتے ہوئے بڑی شان اور طمطراق کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ (i۔ زرقانی جلد ۲ صفحہ ۸۱، ii۔ حیات محمد صفحہ ۲۶۳)

یہود کے سردار سلام بن ابی الحقیق نے اپنا قیمتی خزانہ مسلمانوں کو دکھاتے ہوئے کہا ایسے نازک حالات کیلئے ہم نے یہ مال جمع کر رکھا تھا۔ یہودی جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ عہد کے پابند ہیں وہ ہمارے مال و اسباب سے تعرض نہیں کریں گے اور ہمارے مال محفوظ ہیں اس لئے اعلانیہ مال دکھا دکھا

کر لے گئے۔

بنو نضیر کے سرداروں میں سے حیی بن اخطب کے ساتھ کنانہ بن ربیع اور سلام بن ابی الحقیق اپنے خاندان سمیت خیبر کے قلعہ بند شہر میں جا کر آباد ہو گئے اور ایک قلعہ کی سرداری حاصل کر لی۔ مدینہ سے یہود کے اخراج کے بارہ میں مسٹر منٹگمری واٹ جیسا معاند اسلام بھی تسلیم کرتا ہے کہ:۔

"یہود کو ان کے مخالفانہ طرز عمل اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے خلاف سازشیں کرنے کی وجہ سے مدینہ سے نکالا گیا۔" (محمد ایٹ مدینہ صفحہ ۲۱۶)

قبیلہ بنو نضیر اپنی اس جلاوطنی کی وجہ سے اسلام کا پہلے سے کہیں بڑھ کر دشمن ہو چکا تھا اسی انتقام کی آگ میں جلتا ہوا اس قبیلہ کا سردار حیی بن اخطب مسلسل قبائل عرب اور اہل مکہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اسلام کے خلاف اکساتا رہتا تھا۔ حیی بن اخطب کی اشتعال انگیزیوں کے نتیجہ میں ہی جنگ احزاب میں سارا عرب متحد ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ (اور کمزور نہتے مسلمانوں نے شہر کے گرد خندق کھود کر اپنا دفاع کیا تھا) صرف یہی نہیں۔ بلکہ حیی بن اخطب نے مدینہ کے نواح میں بسنے والے آخری یہودی قبیلہ بنو قریظہ کو بھی مسلمانوں کے خلاف اکسا کر غداری پر آمادہ کر لیا۔ جس سے مسلمانان مدینہ کو اپنی جانوں کی حفاظت کا بہت بڑا خطرہ پیدا ہو گیا کیونکہ انہوں نے بنو قریظہ سے معاہدہ کی وجہ سے ان کی سمت کو محفوظ خیال کرتے ہوئے اس طرف خندق نہیں کھودی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان لشکروں کو تو پسپا کرنے کے سامان کر دیئے لیکن اس طرح اس موقع پر یہود خیبر کی کھلم کھلا عداوت اور بنو قریظہ کی غداری اور بغاوت کھل کر سامنے آ گئی۔

(ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۲۶۱)

احزاب کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنو قریظہ کو ان کی غداری اور

محاربت پر گرفت کرنے نکلے تو وہ بھی قلعہ بند ہو گئے اور بالآخر انہوں نے رحمتہ اللعالمین ﷺ کی بجائے حضرت سعدؓ بن معاذ انصاری کو (جو اسلام سے قبل ان کے حلیف رہ چکے تھے) اپنا فیصلہ کرنے کیلئے حکم مانا اور حضرت سعدؓ نے یہودی شریعت کے مطابق بنو قریظہ کے لڑنے والے مردوں کو قتل اور عورتوں کو قیدی بنانے کا فیصلہ دیا۔ (بخاری کتاب المغازی)

بنو قریظہ اپنا فیصلہ رسول کریم ﷺ کے رحم و کرم پر چھوڑتے تو شاید وہ اس انجام کو نہ پہنچتے۔

شمال اور جنوب کے فتنے :۔

مدینہ کے اندرونی خلفشار کے دور ہو جانے کے بعد بھی اس زمانہ میں اسلام کے خلاف دو بڑے فتنے اندر ہی اندر پنپ رہے تھے اور کسی بھی وقت شمال اور جنوب کی سمتوں سے سر اٹھانے کو تیار تھے۔ شمال کی جانب مدینہ سے صرف سو ڈیڑھ سو میل کے فاصلہ پر بڑا خطرہ خیبر اور اس کے ماحول میں بسنے والے یہود کی طرف سے تھا اور جنوب کی طرف سے پیش آنے والا خطرہ قریش مکہ کا تھا جو بعض جنگجو مشرک عرب قبائل کو ساتھ ملا کر مسلمانوں کے خلاف ایک فیصلہ کن حملہ کی تیاری کر رہے تھے۔ سنہ ۶ھ میں صلح حدیبیہ کے ذریعہ قریش مکہ کی طرف سے حملہ کا خطرہ وقتی طور پر ٹل گیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شمال کی طرف سے نمودار ہونے والے یہود خیبر کے خطرہ سے نبٹنے کیلئے فارغ کر دیا۔

فتح حدیبیہ سے واپسی پر آنحضرت ﷺ کو فتح خیبر اور مال غنیمت کا وعدہ دیا گیا تھا۔ جس سے سر ولیم میور نے کلام الٰہی کی پیشگوئیوں کو نہ سمجھنے اور ان کو عقل کے پیمانوں سے ناپنے کی وجہ سے دھوکا کھایا۔ وہ اپنی کتاب "لائف آف محمد" میں لکھتا ہے کہ حدیبیہ سے واپسی پر محمد (ﷺ) نے اپنے

ساتھیوں کو بہت زیادہ مال غنیمت کی امید دلائی تھی۔ غالباً خیبر کے یہودیوں یا ان کے حلیف بنو غطفان کی طرف سے کسی اشتعال انگیزی کا انتظار تھا۔ لیکن جب ایسی کوئی حرکت نہ ہوئی تو محمدؐ نے بلاوجہ ان پر حملہ کر دیا۔"

(لائف آف محمد صفحہ ۳۸۸)

یہود خیبر اور ان کے حلیفوں کی اشتعال انگیزی کی نشاندہی سے سرولیم میور کے دل کا چور تو پکڑا گیا ہے۔ اب تاریخی حقائق یہ فیصلہ کریں گے کہ خیبر پر حملہ حدیبیہ کی شکست کا بدلہ لینے اور حصول غنیمت کی خاطر تھا یا شمالی جانب سے یہود خیبر کے اچانک حملہ کے خطرہ سے محفوظ رہنے کیلئے مسلمانوں کا ایک دانشمندانہ اور دفاعی اقدام!

جہاں تک حدیبیہ کے واقعہ کا تعلق ہے یہ مفروضہ مغربی مصنفین کا خود تراشیدہ ہے۔ قرآن شریف نے حدیبیہ کو "فتح مبین" سے یاد کیا ہے اور بعد کے حالات نے بھی اسے عظیم الشان فتح ثابت کیا۔ پھر مسلمان اسے شکست کیونکر سمجھ سکتے ہیں۔ رہا خیبر کے مال غنیمت لوٹنے کا اعتراض تو قرآن شریف نے اس کا جواب پہلے ہی دے دیا ہے۔ چنانچہ یہ حیرت انگیز بات ہے کہ صرف خیبر ہی غزوہ ہے جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو ہدایت فرمائی کہ اس غزوہ میں وہ بعض منافق بھی (جو عام طور پر جنگوں سے پیچھے رہتے ہیں) مال غنیمت کے لالچ میں ساتھ جانا چاہیں گے تم ان کو ساتھ نہ لے جانا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے جب خیبر کی تیاری کا حکم دیا تو یہ اعلان فرمایا کہ۔

"ہمارے ساتھ کوئی شخص جہاد کے علاوہ غنیمت وغیرہ کے کسی ارادہ سے نہ نکلے۔" (سیرۃ الحلبیہ جز ۳ صفحہ ۳۶)

اور صرف یہ اعلان ہی نہیں کیا بلکہ اس کی تعمیل کیلئے عملی کارروائی یہ فرمائی کہ حدیبیہ میں شامل افراد ہی کو خیبر کی تیاری کا حکم فرمایا جو خلوص نیت سے حج اور

عمرہ کے ارادہ سے نکلے تھے۔

جنگی نقطہ نگاہ سے فوج کی تعداد پر ایسی پابندی بظاہر نامناسب معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس سے مسلمانوں کی سپاہ کی تعداد صرف حدیبیہ میں شامل ڈیڑھ ہزار مسلمانوں میں محدود ہو کر رہ جاتی ہے جب کہ خیبر میں دس ہزار کی قلعہ بند اور زبردست مسلح یہودی فوج سے مقابلہ درپیش ہے۔

(سیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۳۸)

غنیمت تو فتح کا لازمی نتیجہ ہے۔ لیکن کیا جارحانہ اقدام کرنے والوں اور مال غنیمت لوٹنے والوں کا یہی طریق ہوا کرتا ہے کہ مختلف پابندیاں اور قیود لگا کر ساتھ نکلنے والے سپاہیوں کو روک دیا جائے؟ یہ حد بندیاں تو ہرگز مسلمانوں کے موافق نظر نہیں آتیں۔ لیکن علم و حکمت میں بے نظیر اس مدبر جرنیل کا یہ فیصلہ بھی ہمیشہ کی طرح اصولوں پر مبنی تھا۔ وہ تو ایک بااصول سالار تھے۔ آپؐ نے لالچ اور طمع سے بے نیاز مٹھی بھر پاکبازوں کی جماعت کو ساتھ لے لیا لیکن غنیمت کے لالچ میں ہمراہ ہونے والے ایک لشکر کو پیچھے چھوڑ دیا اور اسے ہمرکاب رکھنا تک گوارا نہ کیا۔ کیونکہ آپؐ کا بھروسہ اور توکل سپاہیوں اور تعداد پر نہیں بلکہ اپنے خدا پر ہوا کرتا تھا اور آپ کی لڑائی یا صلح مال غنیمت یا دنیوی جاہ و حشمت کی غرض سے نہیں بلکہ خدا کے نام کی عظمت اور بلندی کیلئے ہوا کرتی تھی۔

غزوہ خیبر کے اسباب:۔ خیبر کی طرف رسول اکرم ﷺ کی پیش قدمی کی وجوہات بھی اپنے جلو میں خلق عظیم کے کئی حسین نمونے رکھتی ہیں۔ خیبر میں یہود کی خودمختار ریاست قائم تھی اور بنو نضیر کے سرداروں نے مدینہ سے جلاوطنی کے بعد خیبر کے قلعہ بند شہر کو مسلمانوں کے خلاف سازشوں اور سرگرمیوں کا مرکز بنا لیا تھا۔

مدینہ پر حملہ کی تیاری :۔ بنو نضیر کا سردار حی بن اخطب جنگ قریظہ میں مارا گیا اور ابو رافع سلام بن ابی الحقیق اس کا جانشین ہوا۔ دیگر یہودی سرداروں کے ساتھ مل کر اس نے غزوہ احزاب کے موقع پر قریش کو مدینہ پر حملہ کیلئے تیار کیا تھا۔

(زرقانی جلد ۲ صفحہ ۱۶۵)

اس نے ۶ ھ میں عرب قبائل غطفان کو جو خیبر سے کچھ فاصلے پر جنوب مشرق میں آباد تھے اور ہمیشہ سے یہود کے حلیف تھے مال و دولت کا لالچ دے کر مسلمانوں کے خلاف مقابلہ کیلئے آمادہ کیا۔ یہاں تک کہ ایک بہت بڑی فوج لے کر مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کیں۔ (دلائل النبوۃ جلد ۴ صفحہ ۳۸)

یہود کی سازش جنگ کھل کر سامنے آگئی اور خیبر کا یہودی شاعر سماک اعلانیہ کہنے لگا۔

فَاِنْ لَّا اَمُتْ نَاْتِكُمْ بِالْقَنَا
وَكُلِّ حُسَامٍ مَعًا مُرْهِفٖ
بِكَفِّ كَمِيٍّ بِهٖ يَحْتَمِىْ
مَتٰى يَلْقَ قِرْنًا لَهٗ يَتْلَفٖ

کہ اگر زندگی نے وفا کی تو اے مسلمانو! ہم تم پر تیز تلواریں اور نیزے لے کر حملہ آور ہوں گے جو ایسے بہادر لوگوں کے ہاتھ میں ہیں جو مد مقابل کو ہلاک کر کے ہی چھوڑتے ہیں۔

اور برملا کہا کہ وقت اور زمانہ مسلمانوں سے جو عادل و منصف بنے پھرتے ہیں بنو نضیر اور ان کے حلیفوں کے قتل کا انتقام لیں گے۔

(ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۲۲۴، ۲۲۳)

ان تمام اشتعال انگیزیوں کے باوجود رسول کریم ﷺ کا ہی حوصلہ تھا کہ آپ نے خیبر کی طرف پیش قدمی نہیں فرمائی۔ دراصل تمام غزوات میں آپؐ کی یہ کریمانہ شان نظر آتی ہے کہ آپؐ خون خرابہ سے بچنے کی کوشش فرماتے تھے۔ چنانچہ یہود کی ہولناک سازشوں کا علم ہونے پر آپ نے خیبر پر حملہ کر کے انسانی جانیں تلف کرنے کے بجائے یہ مدافعانہ قدم اٹھانا پسند کیا کہ یہود کی اس مفسد قیادت کو ختم کر دیا جائے جو مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی چاہتی ہے۔ چنانچہ ٦ھ میں یہودی سردار ابو رافع آپ کے ایماء سے سوتا ہوا مارا گیا۔ (کتاب المغازی)

ابو رافع کے بعد اسیر بن رزام یہود کی مسند ریاست پر بیٹھا اس نے یہود کو جمع کر کے کہا میرے پیشروؤں نے مسلمانوں کے مقابلہ میں صحیح قدم نہیں اٹھایا۔ اب ہم محمد (ﷺ) کے دار الخلافہ پر براہ راست حملہ کریں گے اور اس کے لئے اس نے ایک لشکر بھی تیار کیا۔ (زرقانی جز ۲ صفحہ ۱۷۰)

آنحضرت ﷺ نے حتی المقدور یہودی سازشوں کو جذبہ مصالحت سے دبانے کی کوشش کی۔ یہود کی ان سازشوں اور اشتعال انگیزیوں کو مسٹر منٹگمری واٹ جیسا معاند اسلام بھی تسلیم کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

> "بنو نضیر میں سے بعض نے خیبر جا کر مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کر دی تھیں اور جنگ احزاب میں مسلمانوں کے خلاف عرب قبائل کو اکسانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ پس چونکہ یہود خیبر نے عربوں کو محمد ﷺ کے خلاف بھڑکایا تھا اس لئے محمد ﷺ کو ان پر حملہ کرنے کا سیدھا سادھا (اور صاف) جواز مل گیا۔"

(محمد ایٹ مدینہ صفحہ ۲۱۶، ۲۱۷)

لیکن خیبر پر یہ حملہ اچانک نہیں کیا گیا بلکہ یہود کی طرف صلح کیلئے ہاتھ

بھی بڑھایا گیا اور مناسب تنبیہ بھی کی گئی اور جب یہ کوششیں بے نتیجہ ثابت ہوئیں تو خیبر کی طرف پیش قدمی کی گئی۔

مصالحت کی کوشش :۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کو جب یہودی سازشوں کی اطلاع ہوئی تو آپ نے پہلے مصالحت سے اس فتنہ کو دبانے کی کوشش کی۔ آپ نے یہود کو ایک خط میں لکھا کہ یہ خط موسیٰ علیہ السلام کے بھائی اور ان کی تعلیم کی تصدیق کرنے والے محمد ﷺ کی طرف سے یہود خیبر کے نام ہے۔ اے یہود کے گروہ! تمہاری کتاب تورات میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ (الفتح:۳۰) کی پیشگوئی موجود ہے۔ میں تمہیں اس خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے تم پر تورات اتاری، جس نے تمہارے آباؤ اجداد کو من و سلویٰ عطا کیا اور سمندر خشک کر کے فرعون سے نجات بخشی۔ سچ سچ بتاؤ کیا تمہاری کتاب میں یہ لکھا ہوا موجود نہیں کہ تم محمد ﷺ پر ایمان لانا۔ اور یاد رکھو ہدایت و گمراہی کھل چکی ہے میں تمہیں اللہ اور رسول کی طرف بلاتا ہوں۔ (ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۷۱)

کیسا واضح اور خوبصورت اس خط کا مضمون ہے جو اظہار محبت و تبشیر اور انذار و تنبیہ کے حسین امتزاج کا مرقع ہے۔ صلح کی آخری تجویز رسول اللہ ﷺ نے یہ کی کہ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو خیبر بھیجا تا یہود کے سردار اسیر کو اس شرط پر بلا کر لائیں کہ خیبر میں اس کی حکومت تسلیم کر کے اس سے معاہدہ صلح کر لیا جائے۔ اسیر حضرت عبداللہؓ کے ساتھ روانہ ہوا، راستہ میں اسے بدگمانی پیدا ہوئی اس نے حضرت عبداللہؓ کے ایک مسلمان ہمراہی کی تلوار چھیننا چاہی۔ حضرت عبداللہؓ نے اس کی بدنیتی پر اسے قتل کر

دیا اس پر فریقین میں تلوار چل گئی اور اسیر کے تمام ساتھی جو تیس کے قریب تھے مارے گئے۔ اس واقعہ سے مسلمانوں اور یہودیوں کی کشیدگی اور بڑھ گئی۔ (تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۵)

لیکن یہودی سازشوں کا باب یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ ان کی سازشوں کا ایک اور رخ یہ ہے کہ انہوں نے کسریٰ شاہ ایران کو رومی حکومت کی سرحد پر رہنے والے عیسائی عربوں اور عراق کے یہودیوں کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف اتنا جھوٹا پراپیگنڈا کیا کہ اس نے گورنر یمن کو رسول کریم ﷺ کی گرفتاری کے احکام جاری کر دیئے۔

چنانچہ سر ولیم میور تسلیم کرتا ہے کہ:۔

"کسریٰ شاہ ایران کو رسول اللہ ﷺ کا تبلیغی خط پہنچنے سے پہلے آپ کی گرفتاری کے احکام کا اہم واقعہ ہو چکا تھا جس کا باعث محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کے بارہ میں کسریٰ کو ملنے والی عجیب و غریب خبریں تھیں۔" (لائف آف محمد صفحہ ۳۸۲)

یہ خبریں یہود خیبر نے عراق کے یہود کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف چٹھیاں لکھ کر پہنچائی تھیں جس سے کسریٰ بھڑک اٹھا تھا۔ کسریٰ کے قاصد جب رسول اللہ ﷺ کی گرفتاری کیلئے مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ کو اپنے خدا کے وعدہ حفاظت پر ایسا غیر متزلزل ایمان تھا کہ آپ ان سے مرعوب نہیں ہوئے۔ کسی خوف یا ڈر کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ اگلی صبح جب ان قاصدوں کو جواب دیا تو وہ دم بخود ہو کر رہ گئے۔ آپ نے فرمایا آج رات میرے خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ اس نے تمہارے آقا کو ہلاک کر دیا ہے قاصد حیران و پریشان واپس لوٹے۔ الغرض یہود کی یہ سازش بھی ناکام ہو گئی تو انہوں نے مدینہ پر حملہ کا مصمم ارادہ کر لیا۔

پہلی جنگی کارروائی :۔

مسلمانوں کے خلاف پہلی جنگی کارروائی کا آغاز یہود کے حلیف قبائل غطفان کے ایک قبیلہ بنو فزارہ نے سنہ ۷ھ میں کر دیا۔ انہوں نے ذی قرد کی چراگاہ پر جس میں آنحضرت ﷺ کے مویشی اونٹ وغیرہ چرا کرتے تھے حملہ کر دیا اور چند اونٹنیاں لوٹ کر لے گئے۔ لیکن ایک بہادر نوجوان صحابی سلمہؓ بن الاکوع نے ان کا تعاقب کر کے عین اس وقت جب وہ پانی کے ایک چشمہ پر محو استراحت تھے تیروں کی بوچھاڑ کر کے ان کو بھگا دیا اور اونٹنیاں واپس لے آئے۔ نبی کریم ﷺ کو اس اچانک حملہ کی خبر ہوئی تو آپ صحابہ کے ساتھ تشریف لائے۔ بہادر سلمہ بن الاکوع نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں دشمن کا مزید تعاقب کرنے کی درخواست کی اور کہا کہ میں نے انہیں چشمہ کا پانی نہیں پینے دیا تھا وہ سخت پیاسے ہیں اگلے چشمہ پر ضرور مل جائیں گے۔ ہمارے سید و مولا رحمتہ اللعالمین نے اس کا کیا خوبصورت جواب دیا۔ ایک فقرہ کہہ کر گویا دریا کوزے میں بند کر دیا۔ نہیں نہیں بلکہ رحمتوں کا سمندر ایک فقرے میں سمو دیا۔ فرمایا

اے سلمہ اِذَا مَلَکْتَ فَاسْجَحْ کہ جب دشمن پر قدرت حاصل ہو جائے تو پھر عفو سے کام لیا کرتے ہیں۔ (مسلم کتاب الجہاد والسیر)

اے رحمت مجسمؐ! تجھ پر سلامتی ہو تجھ پر ہزاروں رحمتیں! ہم نے عفو کی تعلیم کے چرچے تو دنیا میں بہت سنے لیکن عفو و رحمت کے نمونے تیرے وجود باجود ہی سے دیکھے۔ ہاں ہاں تیرے ہی دم قدم سے عفو و کرم کے ایسے چشمے پھوٹے کہ اپنے تو اپنے بیگانے بھی اس سے فیضیاب ہوئے۔

یہود کے حلیف بنو فزارہ کا مسلمانوں کی چراگاہ پر حملہ یہود خیبر کی طرف سے گویا جنگ کا اعلان تھا۔ ان حالات میں مسلمانوں کا مدینہ میں خیبر کے بڑے

حملہ کا انتظار کرنا سخت نادانی تھی۔ خصوصاً جنگ خندق میں مسلمان محاصرہ کی تکالیف اور صعوبتوں کا تلخ تجربہ کر چکے تھے۔ اس لئے دانشمندی یہی تھی کہ آگے بڑھ کر خیبر والوں کی خبر لی جائے۔

خیبر کو کوچ :۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق اس واقعہ کے تین دن بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کی طرف پیش قدمی کیلئے حکم فرمایا۔ سولہ سو مسلمان سپاہی اس غزوہ کیلئے تیار ہوئے۔ جن میں سے دو سو گھوڑ سوار تھے اور باقی پیدل اور اونٹوں پر تھے۔ اس کے مقابل یہود خیبر مضبوط قلعوں کے علاوہ سامان حرب سے لیس تھے۔ دس ہزار سپاہی ان کے قلعوں میں موجود تھے اور پتھر پھینکنے کی منجنیقیں بھی ان کے پاس تھیں اور وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مسلمان ان کے محفوظ قلعوں پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ مسلمانوں کی کمزوری اور یہود کی طاقت کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے کہ مسلمانوں کی روانگی سے پہلے عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے اہل خیبر کو مسلمانوں کی پیش قدمی کی اطلاع کرتے ہوئے یہ پیغام بھیجا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں یہ مٹھی بھر آدمی ہیں جن کے پاس ہتھیار تک نہیں۔ اپنے اموال محفوظ کر کے تم قلعوں سے باہر نکل کر ان کا مقابلہ کرو تم انہیں باسانی شکست دے سکتے ہو۔ اہل خیبر نے یہ اطلاع ملتے اپنے سرداروں کا ایک وفد اپنے حلیف قبیلہ غطفان کے پاس مدد کیلئے بھیجا اور مسلمانوں پر فتح کی صورت میں خیبر کے باغات کے نصف پھل دینے کی پیشکش کی۔

(تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۴۳، سیرت الحلبیہ جلد سوم ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۳)

ان حالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت دانشمندی اور حسن تدبیر سے بڑی سرعت اور تیزی کے ساتھ خیبر کی طرف خاموش پیش قدمی کا پروگرام بنایا۔ یہ منصوبہ جتنا نازک تھا اتنا ہی مشکل اور کٹھن بھی تھا۔ بڑا مسئلہ

کسی محفوظ ترین غیر معروف چھوٹے راستے سے لشکر کو لے کر خیبر پہنچنا تھا۔ اس کیلئے آنحضرت ﷺ نے جدوجہد فرما کر قبیلہ غطفان کی شاخ بنو اشجع کے ان راستوں کے باہر ایک شخص حسل کو راستہ کی راہنمائی کیلئے تیار کرلیا مگر کمال دور اندیشی سے محض غیر قوم کے ایک فرد پر انحصار نہیں کیا بلکہ از راہ احتیاط ایک اور رہنما بھی ساتھ رکھا۔ (تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۴۵)

جب سب انتظامات مکمل ہو گئے تو حضور ﷺ نے حضرت سباع بن عرفطہ کو مدینہ میں امیر مقرر فرمایا اور محرم سنہ ۷ھ کی ایک رات کو اجتماعی دعا کے بعد خیبر کا قصد فرمایا۔ حضور ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہؓ آپ کی شریک سفر ہوئیں۔ حضرت انسؓ بن مالک بطور خادم خاص حضور کے ہمراہ ہوئے۔ (سیرۃ الحلبیہ جلد سوم صفحہ ۳۶۔۳۷)

وہ محسن اعظم مدینہ سے خیبر تک کے راستہ پر جہاں جہاں سے گزرے حسن و احسان کے پھول بکھیرتے چلے گے۔ آیئے خیبر کی ان راہوں پر سے ہم اپنے آقاؐ کی سیرت کے وہ پھول چنتے جائیں جو قدم قدم پر بکھرے پڑے ہیں۔

واقعات سفر:۔ مدینہ سے باہر نکل کر رسول خدا ﷺ نے فوج کا جائزہ لیا۔ اس زمانہ میں رواج تھا کہ جنگ میں مردوں کا حوصلہ بڑھانے، رنگ و طرب کی محفلیں سجانے اور دل بہلانے کیلئے عورتیں بھی شریک جنگ ہوتی تھیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے عورت کا جو تقدس اور احترام قائم فرمایا اس لحاظ سے آپ کو یہ طریق سخت ناپسند تھا۔ خیبر کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے بطور خاص کچھ خواتین کو زخمیوں کی مرہم پٹی، تیمارداری اور دیکھ بھال کیلئے ساتھ چلنے کی اجازت فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاکیزہ خیال کو ایک فرانسیسی عیسائی سوانح نگار یوں بیان کرتا ہے کہ:۔

"شاید تاریخ میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ کسی لشکر کے ساتھ عورتیں نرسنگ کی خدمات اور زخمیوں کی دیکھ بھال کیلئے شامل ہوئیں ورنہ اس سے پہلے جنگ میں عورت سے تحریض جنگ اور حظ نفس کے سوا کوئی کام نہیں لیا جاتا تھا۔ عورت سے درست اور جائز خدمات لینے کے بارہ میں اب تک کسی نے نہ سوچا تھا کہ میدان جنگ میں تیمارداری اور بیماروں کی دیکھ بھال کی بہترین خدمت عورت انجام دے سکتی ہے۔"

(حیات محمد تالیف امیل درمنغم صفحہ ۲۵۰، ۲۵۱)

اب آنحضرت ﷺ جلد از جلد خیبر کا یہ کٹھن سفر طے کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے اپنے ساتھ مقدمہ الجیش میں تیز شتر سواروں کے دستہ کو چلنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ آج ہم تیز چلیں گے کوئی اڑیل اونٹ اس میں نہ ہو۔ پھر آپ نے ایک شاعر صحابی حضرت عامرؓ کو فرمایا کیا تم ہمیں اپنے گیت نہیں سناؤ گے۔ عرب شتر سوار اونٹوں کو تیز چلانے کیلئے ایک خاص راگ میں شعر کاٹ کر تیز تیز پڑھتے تھے۔ جسے حدی کہتے ہیں۔ عامر یہ شعر پڑھنے لگے۔

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاغْفِرْ فِدَاءً لَّكَ مَا اَبْقَيْنَا
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا
اِنَّ الْاُولٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا
فَاَلْقِيَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا
اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا
وَنَحْنُ عَنْ فَضْلِكَ مَا اسْتَغْنَيْنَا

(i۔ بخاری کتاب المغازی، ii۔ تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۴۴)

یعنی اے اللہ اگر تو ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے نہ خیرات کرتے نہ نماز پڑھتے' جب تک ہمارے دم میں دم ہے ہم تجھ پر فدا اور قربان ہیں۔ اے اللہ! ہماری لغزشوں کو معاف فرما اور اگر دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔ دشمن نے ہم پر زیادتی کی ہے تو ہمیں سکینت عطا فرما۔ جب دشمن فتنہ کا ارادہ کرے ہم اس کا سختی سے مقابلہ کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تیرے فضل و عنایت کے محتاج ہیں۔

عقل محو حیرت ہے کہ عرب کے وہ بادیہ نشین اس پاک نبی کی صحبت سے صیقل ہو کر نور ایمان سے کیسے منور ہو گئے تھے کہ ان کی حدی کے اشعار میں بھی سچائی' پاکیزگی اور معنویت نظر آتی ہے۔

ان اشعار میں دشمن کی زیادتی اور ظلم کا بے ساختہ اظہار جہاں خیبر کی طرف پیش قدمی کی وجہ کو ظاہر کرتا ہے وہاں دشمن کے مقابل پر ڈٹ جانے اور سکینت و ثابت قدمی کی دعا مسلمانوں کے عزم و ہمت کی آئینہ دار ہے۔

کہتے ہیں کوئی بادشاہ تھا وہ کسی سے خوش ہوتا تو زہ کہا کرتا۔ اس کا وزیر اس شخص کو (جسے وہ زہ کہتا) اشرفیوں سے بھری تھیلی انعام دیتا تھا۔ مگر آج ہم آپ کو ایک روحانی بادشاہ کے دربار میں لے چلتے ہیں وہ شاہ دوسرا جس سے خوش ہوتا ہے اسے رحمہ اللہ کہہ کر رحمت کی دعا دیتا ہے اور روحانی عالم کا یہ بادشاہ محمد مصطفیٰ ﷺ جب یہ کلمہ کہتا ہے تو آسمانی بادشاہت کے درباری فرشتے ایسے شخص کے حق میں جنت کا فیصلہ کر دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ انعام ایک مسلمان کیلئے دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہے۔

سفر خیبر میں حضرت عامرؓ کے پاکیزہ مترنم نغموں سے خوش ہو کر اس محسن اعظم نے یہی دعا دی اور عامرؓ کو خیبر میں شہادت کا عظیم الشان مرتبہ حاصل ہوا۔ الغرض اس طرح بسرعت منزلیں مارتے ہوئے رسول اللہ ﷺ

نے دوسرا پڑاؤ خیبر سے تین میل ادھر صہباء مقام پر کیا۔ یہاں نماز عصر کے بعد حضور نے کھانا طلب فرمایا اور اپنے سپاہیوں سے فرمایا کہ جس کے پاس جو زاد راہ ہے وہ لے آئے۔ ہم سب مل کر کھانا کھائیں گے۔ دستر خوان بچھائے گئے اور کھانا چنا گیا۔ میرے آقا کا وہ کھانا کیا تھا؟ جو کے ستو اور کچھ کھجوریں۔ جو آپ نے اپنے خدام کے ساتھ مل کر تناول فرمائیں۔

(i۔ بخاری کتاب المغازی' ii۔ تاریخ الخمیس جلد صفحہ ۴۳)

کُلُوْا جَمِیْعًا کا یہ نظارہ کتنا دلکش ہے جس میں آقا اپنے غلاموں کے ساتھ کمال سادگی' انکساری اور بے تکلفی سے ستو اور کھجور کا ماحضر تناول کرتا نظر آتا ہے۔

راستہ کا انتخاب :۔ خیبر کے قریب پہنچ کر اس اچانک اور راز دارانہ پیش قدمی میں زیادہ احتیاط کی ضرورت تھی۔ چنانچہ صہباء میں مغرب و عشاء کی نمازوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کے دونوں رہنماؤں کو بلا کر فرمایا کہ اب مجھے ایسے راستے سے خیبر پہنچا دو جو قبائل غطفان اور خیبر کے درمیان سے گزرے۔ رہنمائے سفر آپ کو ایک چوراہے پر لے آیا اور کہا یہ چاروں راستے خیبر جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان راستوں کے نام اور ان کے درمیان پڑنے والی آبادیوں کی تفصیل پوچھی۔ پہلے تینوں راستے جو اپنے ناموں احزن' شاش وغیرہ کے معنی و مفہوم باعث بھی نیک شگون نہ تھے آپ نے اختیار نہیں فرمائے اور چوتھا راستہ جسے مرحب کہتے تھے پسند فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کی بصیرت کی خوب داد دی۔ اس رہنما سے کہنے لگے۔ تو نے یہ چوتھا راستہ سب سے پہلے کیوں نہ بتا دیا۔

(تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۴۳۔ ۴۴)

مشرک رہنما جو ان راستوں کا بھیدی تھا رسول اللہ ﷺ کی بصیرت پر حیران اور متعجب تو ضرور ہوا ہوگا۔ اس بے چارے کو کیا معلوم کہ یہ عظیم انسان تو خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔ صراط مستقیم کی دعائیں کرنے والے اس حقیقی رہنما کو صرف روحانی راستوں کی ہی راہنمائی تو نہیں کی جاتی تھی بلکہ خدا داد نور بصیرت سے وہ دنیا کے راستوں پر بھی گہری نظر رکھتا تھا۔

الغرض اس راستے سے چل کر آنحضرت ﷺ رجیع مقام پر پہنچے جو غطفان اور خیبر کے عین درمیان ہے۔ آپ کی یہ تدبیر بہت کارگر ثابت ہوئی اور آپ نے اپنی حیرت انگیز خداداد فراست سے غطفان کے چار ہزار سپاہیوں کی امداد سے خیبر والوں کو محروم کر دیا جو اہل خیبر کی مدد کو نکل چکے تھے۔ اسلامی فوج کا یہ راستہ اختیار کرنے کی وجہ سے انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں مسلمان پلٹ کر ان پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ (تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۴۴)

خیبر میں پڑاؤ کرتے ہوئے بھی آپ نے اس امر کو ملحوظ رکھا کہ آپ اس طرح غطفانیوں اور خیبریوں کے درمیان حائل رہیں کہ غطفانی اہل خیبر کی امداد نہ کر سکیں۔ (سیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۳۹)

چنانچہ منٹگمری واٹ اس دانشمندانہ اقدام کو فتح خیبر کے عوامل میں سے ایک اہم سبب قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے۔

”وہ عرب قبائل غطفان جن کو یہود نے رشوت دیکر ساتھ ملایا تھا وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیاسی بصیرت کے باعث ان سے الگ کر دیئے گئے۔“ (محمد ایٹ مدینہ صفحہ ۲۱۹)

پس یہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی فراست کی پہلی فتح تھی کہ آپ نے ایسی راہ اختیار کی جس سے یہود کے حلیف ان سے کٹ کر رہ گئے۔

خاموش پیش قدمی :۔ سفر خیبر کو مخفی اور محفوظ رکھنے کیلئے آنحضرت ﷺ نے ایک اور دانشمندانہ اور مدبرانہ قدم یہ اٹھایا کہ حضرت عبادؓ بن بشر کی سرکردگی میں ایک ہراول دستہ اپنے قافلہ سے آگے روانہ فرمادیا۔ حسن اتفاق سے اس دستہ نے ایک یہودی جاسوس کو پکڑلیا اس سے پوچھ گچھ کی گئی پہلے تو اس نے کچھ بتانے سے انکار کیا۔ پھر جان کی امان مانگ کر بتایا کہ غطفان کا ایک سردار اپنی فوج لیکر خیبر کے قلعوں میں موجود ہے اور مزید امداد کیلئے یہودی سردار غطفانیوں کے پاس گئے ہوئے ہیں۔ اس نے مزید بتایا کہ عام یہودی آبادی مدینہ کے یہودی قبائل کا انجام دیکھ کر مسلمانوں سے مرعوب ہے۔ سرداروں نے عبداللہ بن ابی کی طرف سے حملہ کی اطلاع ملنے پر مجھے جاسوسی کیلئے بھیجا ہے۔ حضرت عبادؓ نے جب اسے آنحضرت ﷺ کے حضور پیش کر کے سب حالات عرض کئے تو حضرت عمرؓ نے کہا یہ جاسوس ہے اسے قتل کر دیا جائے۔ عبادؓ نے کہا نہیں میں نے اسے امان دی ہے۔

عہدوں کو پورا کرنے والے اور امان کا پاس رکھنے والے میرے آقا و مولا نے اس یہودی کے حق میں فیصلہ دیا اور عبادؓ سے فرمایا کہ خیبر پہنچنے تک اس کی حفاظت کی جائے یہاں تک کہ اس کا معاملہ کھل جائے۔ کہ واقعی اس نے سچ کہا ہے۔ خیبر پہنچ کر یہ یہودی جاسوس آنحضرت ﷺ کے کریمانہ اخلاق اور مسلمانوں کا حسن سلوک دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

(تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۴۴)

قریباً ڈیڑھ سو میل کا فاصلہ تین راتوں کے مسلسل تھکا دینے والے سفر میں طے کر کے آنحضرت ﷺ خیبر پہنچ گئے۔ علی الصبح جب وادی خرص سے میدان خیبر میں داخل ہونے لگے تو صحابہ کرامؓ نے بخیر و عافیت تکمیل سفر

کی خوشی میں اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کے نعرے بلند کرنے شروع کئے۔ اس خاموش پیش قدمی میں نعروں کا یہ شور خلاف مصلحت تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو یہود خیبر کے پاس اچانک پہنچ کر انہیں حیران و ششدر اور مبہوت کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے صحابہ کو ان نازک لمحات میں موقع محل کی مناسبت سے کام کرنیکی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

اِرْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبَ اِنَّکُمْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا قَرِیْبًا وَهُوَ مَعَکُمْ (بخاری کتاب المغازی)

کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو ذکر الٰہی کے کلمے ہیں۔ تم لوگ اپنے نفسوں پر رحم کرو اور آہستہ ذکر الٰہی کرو جس کو تم پکارتے ہو وہ نہ بہرہ ہے نہ غائب بلکہ وہ خوب سنتا ہے۔ وہ تمہارے قریب ہے اور تمہارے ساتھ ہے۔

یہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی فصاحت و بلاغت کا کمال تھا کہ اپنے دل کی بات کو ایسے خوبصورت انداز اور جامع الفاظ میں بیان کیا کہ کوئی تشنگی باقی نہ رہی۔ کسی کے دل میں اگر یہ خیال آسکتا تھا کہ دشمن کے خوف سے خدا کا نام بلند کرنے سے روک دیا گیا تو اس کا جواب بھی دے دیا کہ اپنے نفسوں پر رحم کرو اور خود ہلاکت کو دعوت نہ دو۔ اور دوسرے یہ کہ جس ذات کا تم ذکر کرتے ہو وہ تو آہستہ ذکر بھی اسی طرح سنتا ہے جس طرح بلند۔ اب مصلحت وقت کا تقاضا آہستہ ذکر کا ہے اور اس وقت یہی عمل صالح ہے۔

دعاؤں کے جلو میں :۔

ورنہ جہاں تک خدا کی یاد کا تعلق ہے محمد مصطفیٰ ﷺ سے بڑھ کر کون اپنے رب کا عاشق ہو سکتا ہے۔ آپ تو اس کی یاد میں مست خیبر میں داخل ہو رہے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو آپؐ فرما رہے تھے کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کا ورد کرو کہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک

خزانہ ہے۔ (بخاری کتاب المغازی باب فتح خیبر)

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ کا ذکر یعنی بلند و بالا اور عظیم خدا کے سوا کسی کو کوئی قوت اور طاقت حاصل نہیں' نبی کریم ﷺ کی اس دلی کیفیت کا خوب آئینہ دار ہے جو فاتحین عالم کے غرور اور تکبر کے مقابلہ پر خیبر میں داخلہ کے وقت میرے آقا سے عجز و انکساری' اپنی ناتوانی اور بے طاقتی کے اظہار سے عیاں ہو رہا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ کا بھروسہ اپنے اسی قادر و توانا خدا پر اور اس سے عاجزانہ دعائیں کرنے پر ہوتا تھا خادم رسول ؐ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس سفر میں بہت دفعہ رسول اللہ ﷺ کو یہ دعا کرتے سنا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَ قَهْرِالرِّجَالِ (ابو داؤد کتاب الجہاد)

کہ اے اللہ تعالیٰ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے حضور مشکلات اور غم سے اور پناہ مانگتا ہوں تیرے حضور بے سروسامانی اور سامان سے کام نہ لینے سے اور میں پناہ مانگتا ہوں تیرے حضور بزدلی اور بخیلی سے اور پناہ مانگتا ہوں تیرے حضور قرض کی زیادتی سے اور لوگوں کے ذلیل کرنے سے۔

یہاں ذرا ٹھہر کر سوچئے تو سہی کہ اس شاہ دو عالم کو کس چیز کا غم ستاتا تھا جس سے بچنے کی وہ دعائیں کرتے تھے۔ تو قرآن شریف کی آیت لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَنْ لَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (الشعراء:۴) جواب دیتی ہے کہ اس رحمتہ اللعالمین کو ایک ہی تو غم تھا جو سب غموں سے سوا تھا اور جس سے آپ کو کسی پہلو چین نہ آتا تھا۔ یعنی دشمنان اسلام کی ایمان سے محرومی کا غم۔ کہاں ہیں میرے آقا پر مال غنیمت کی خواہش کا اعتراض کرنے والے وہ ذرا قریب ہو کر اس رحمت مجسم کے دل سے اٹھنے والی سرگوشیاں

اور آہ و زاریاں تو سنیں تا انہیں معلوم ہو کہ یہاں تو رحمت کا اور ہی عالم آباد ہے۔ اور پھر اس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاکساری اور اپنے آقا سے مانگنے کی خواہش کو تو دیکھو وہ انتہائی مستعد ہونے کے باوجود عجز و کسل سے پناہ مانگتے ہیں۔ وہ سخی اور شاہ دل ہو کر بخل سے امان چاہتے ہیں۔ وہ شجاع اور بہادر ہو کر بزدلی سے بچنے کی دعا کرتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں آپ کا وجود تو مجسم دعا تھا کوئی لمحہ دعا اور ذکر سے خالی نہ تھا۔ حتی کہ جب آپ خیبر کی بستیوں کے پاس اترے ہیں تو آپ کے دل میں خیبر کے باسیوں کی انسانی ہمدردی کا جوش اس دعا کا روپ دھار کر سامنے آتا ہے جو آپ نے اس موقع پر کی۔

"اے آسمانوں اور آسمان کی چھت کے نیچے تمام مخلوق کے رب اور اے زمینوں اور جو کچھ ان کے اندر ہے اس کے پیدا کرنے والے! اے شیطانوں اور ان کے گمراہ کردہ انسانوں کے مالک! اور اے ہواؤں اور جو کچھ وہ اڑا کر لاتی ہیں ان کے خالق! ہم تجھ سے اس بستی کی خیر کی دعا کرتے ہیں۔ ہم اس بستی کے باشندوں کی بھلائی تجھ سے چاہتے ہیں اور جو کچھ اس بستی میں ہے سب کی خیر تجھ سے مانگتے ہیں اور ہم اس بستی اور اس کے رہنے والوں کے شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں اور جو کچھ اس بستی کے اندر ہے اس سے بھی تیری پناہ طلب کرتے ہیں۔" (ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۴۰)

یہ ہے میرے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کی حالت جو اپنے رب کریم کے واسطے دے کر اہل خیبر کی خیر و بھلائی کی دعا کرتا ہے اور نادان دشمن اسلام اس پر جارحانہ حملہ کا الزام لگاتا ہے۔

اے دشمنوں کے حق میں خیر و بھلائی کی دعائیں کرنے والے! میرے ماں باپ آپ پر قربان! سوائے اس کے کیا کہوں۔ ؎

اے دشمنوں کے حق میں خیر و بھلائی کی دعائیں کرنے والے! میرے ماں باپ آپ پر قربان! سوائے اس کے کیا کہوں۔

محمد ہی نام اور محمد ہی کام

عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلَامُ

میدان خیبر میں پڑاو :۔ حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ہم رات کے وقت خیبر پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا کہ کسی دشمن پر شب خون نہ مارتے تھے۔ خیبر میں بھی آپ نے رات کے اندھیرے اور دشمن کے غافل ہونے کا فائدہ نہیں اٹھایا۔

خیبر میں پڑاو کرتے ہوئے ایک اور حکمت عملی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اختیار فرمائی کہ لشکر کو پانچ حصوں (مقدمہ' میمنہ' میسرہ' قلب اور ساقہ) میں تقسیم کرکے قلعہ ہائے خیبر کے سامنے میدان میں اس طرح پھیلا دیا کہ وہ سرسری نگاہ میں ایک لشکر جرار نظر آتا تھا اور اس حکمت عملی میں جو دراصل دشمن کو اچانک حیران و ششدر کر دینے سرپرائز (Surprise) دینے کا حصہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حیرت انگیز کامیابی حاصل ہوئی۔

واقعہ یہ ہوا کہ صبح جب قلعوں کے دروازے کھلے اور یہودی اطمینان سے کھیتی باڑی اور کام کاج کیلئے کسیاں' کدال' ٹوکریاں لے کر باہر نکلنے لگے تو اچانک مسلمانوں کے لشکر کو دیکھ کر ان کے ہوش اڑ گئے۔ مدینہ سے منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے تو انکو اطلاع دی تھی کہ مٹھی بھر مسلمان خیبر پر حملہ کرنے آ رہے ہیں اب یہ لشکر دیکھ کر وہ حیران و ششدر یہ کہتے ہوئے واپس قلعوں کی طرف دوڑے مُحَمَّدٌ وَالْخَمِیْسُ وَاللّٰہِ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِیْسُ (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر)

یعنی محمد اور اس کا پانچ دستوں والا لشکر۔ خدا کی قسم محمد اور پانچ دستوں والا لشکر (آن پہنچا)

رسول اللہ ﷺ زبردست سرپرائز (Surprise) دیکر ایک اور فتح حاصل کر چکے تھے۔ اب نعرے لگانے اور خدا کا نام بلند کرنے کا وقت تھا اور اس عارفانہ نعرہ کے پہلے حقدار میرے آقائے نامدار نبیوں کے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ تھے۔ سو آپ نے خیبر کی وادیوں میں باواز بلند یہ نعرہ لگایا۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، خَرِبَتْ خَیْبَرُ۔ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَۃِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ۔ (بخاری کتاب المغازی)

اللہ سب سے بڑا ہے۔ خیبر ویران ہو گیا اور ہم جب کسی قوم کو تنبیہہ کرنے اور ہوشیار کر دینے کے بعد اس کے میدان میں اترتے ہیں تو اس کی صبح نامبارک صبح ہوا کرتی ہے۔

یہاں پھر ذرا ٹھہریئے اور اس عربی رسولؐ کی فصاحت و بلاغت کا کرشمہ دیکھئے کہ دو فقروں میں جنگ کی وجوہات سے لے کر اس کے انجام تک کا نقشہ کس خوبی سے کھینچ کر رکھ دیا ہے۔

اللہ اکبر کہہ کر خیبریوں کی اس پہلی پسپائی پر کسی فخر کا اظہار کرنے کی بجائے خدا کی عظمت کا اعلان کیا جو دراصل اپنی عاجزی کا اظہار بھی تھا۔ "خربت خیبر" کہہ کر اس ابتدائی فتح کو بڑی فتح کا پیش خیمہ قرار دیا اور صحابہ کے حوصلے بڑھاتے ہوئے خیبر کے خراب و ویران ہونے اور شکست فاش کی یقینی اور قطعی پیشگوئی فرما دی۔ اور فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ۔ یعنی جن لوگوں کو ہوشیار کر دینے کے بعد ہم اقدام کریں تو ایسے لوگوں کی صبح بہت بری ہوتی ہے کہہ کر یہ بھی بتا دیا کہ انذار و تنبیہہ کے بعد ہم نے یہ قدم اٹھایا ہے۔

رسول اللہؐ کے اس واشگاف اعلان سے آپ کی یہ امتیازی شان ظاہر

ہے کہ آپ دشمن پر بغیر مناسب انتباہ و انذار (وارننگ اور الٹی میٹم) کے حملہ نہ کرتے تھے۔ بے شک آپ دشمن کو حالت جنگ میں جنگی حکمت عملی کے طور پر اچانک حملہ آور ہو کر سرپرائز تو دیتے تھے لیکن شب خون سے نہ صرف منع فرماتے بلکہ آپ کا یہ خلق عظیم حیرت انگیز ہے کہ دشمن کے سر پر پہنچ کر بھی دن کی روشنی کا انتظار کرتے ہیں۔

خیبر کے قلعے تین حصوں میں تقسیم تھے ہر حصہ میں تین چار قلعے تھے۔ مسلمان نطاہ نامی قلعوں کے سلسلہ کے پاس اترے لیکن آنحضرت ﷺ نے حضرت حبابؓ بن المنذر کا مشورہ قبول فرماتے ہوئے اس سے بہتر پڑاؤ کی جگہ تلاش کروا کے قلعوں سے کچھ ہٹ کر پڑاؤ کیا۔ تاکہ دشمن کے تیروں کی زد سے محفوظ رہیں۔ (سیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۳۹)

مسلمانوں کے پڑاؤ کے بعد یہود خیبر قلعہ بند ہو کر لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر آنحضرت ﷺ اب بھی صلح کی راہیں ڈھونڈتے اور کشت و خون سے بچنے کے راستے تلاش کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حملہ سے پہلے یہودی نخلستان سے قریباً چار سو درخت کٹوائے کہ شاید اس طرح یہودی ہراساں ہو کر صلح کی طرف مائل ہوں لیکن یہودی سردار بغض و عناد سے بھرپور، اپنی طاقت کے نشہ میں چور، اہل خیبر کو جنگ کے لئے تیار کر چکے تھے۔ تمام جنگجو مرد قلعہ ناعم میں جمع ہو گئے اور عورتوں بچوں کو محفوظ و مضبوط مرکزی قلعہ قموص میں بھیج دیا اور جنگجو جوان قلعہ نطاہ میں جمع ہو گئے۔ (سیرۃ الحلبیہ جلد ۲ صفحہ ۳۹)

جنگ کا آغاز:۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یقین ہو گیا کہ یہودی مقابلہ پر ہی تلے ہوئے ہیں تو آپ نے صحابہ کرام کو وعظ و نصیحت فرماتے ہوئے جہاد کی ترغیب دلائی اور ہدایات دیں۔

(تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۴۵)۔

جو اکثر غزوات میں دیتے تھے کہ بوڑھوں، بچوں، عورتوں اور راہبوں پر حملہ نہ کرنا، صلح اور احسان کی راہ اختیار کرنا۔ اس روز خدا کا اولوالعزم رسول خود زرہ پہن کر میدان میں نکلا اور دشمن سے مقابلہ کیا۔ پیچھے لشکر گاہ میں محافظ و نگران مقرر ہوتے تھے اور لشکر قلعوں کے پاس جا کر یہود سے مقابلہ کرتا تھا۔ خیبر آنے کے دو تین روز بعد آنحضرت ﷺ کو درد شقیقہ کی تکلیف عود کر آئی جو پہلے بھی کبھی کبھی ہو جاتی تھی اور دو تین دن رہتی تھی۔ ان ایام میں آپ بزرگ صحابہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت محمود بن سلمہؓ، حضرت محمد بن مسلمہؓ، حضرت حباب بن المنذرؓ کو امیر لشکر مقرر فرما کر دشمن سے مقابلہ کے لئے بھیجتے رہے۔ لشکر کا سیاہ رنگ کا بڑا جھنڈا عقاب جو اس غزوہ میں پہلی دفعہ حضرت عائشہؓ کی چادر سے تیار کیا گیا تھا امیر لشکر کے پاس ہوتا تھا۔ بعض چھوٹے لواء مختلف دستوں کے سرداروں کو دیئے جاتے تھے۔ ان ایام میں یہودیوں کی جنگ کا طریق یہ تھا کہ وہ کبھی تو قلعوں کے اندر سے پتھر اور تیر برسا کر مسلمانوں پر حملہ کرتے تھے اور کبھی قلعوں سے باہر نکل کر ان کے دروازوں کے سامنے میدان میں مقابلہ کرتے اور جب پسپا ہوتے تو دوڑ کر قلعوں میں داخل ہو جاتے اور قلعہ کے آدمی دروازہ بند کر لیتے۔

(تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۴۸ سیرت الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۴۱۔ ۴۳)

پہلے سات دن اس طرح یہود سے مقابلہ ہوتا رہا۔ آنحضرت ﷺ نے جنگ کے ان ہنگامی حالات میں مسلمان مجاہدوں کے لئے جو شعار (Code Word) مقرر فرمایا وہ آپ کی بامقصد زندگی کے اس روشن پہلو کو نمایاں کرتا ہے کہ آپ کے ہر فعل اور ہر عمل میں معنویت پائی جاتی تھی۔ کوڈ تھا۔ یَا مَنْصُوْرُ اَمِتْ (ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۴۱)

یعنی اے نصرت یافتہ! مار ڈال۔ کیسا حسین جرات مندانہ اور بامعنی پیغام ہے جو ایک جنگی کوڈ میں چھپا دیا ہے۔ جس میں ایک طرف اس خدائی نصرت و تائید سے مسلمان مجاہد کا حوصلہ بڑھایا ہے تو دوسری طرف اسے جنگ میں لڑائی کے لئے ابھارا ہے۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ یہ ایسا کوڈ ہے جسے باسانی دشمن استعمال نہیں کر سکتا۔ بھلا دشمن کیسے مسلمان مجاہد کو نصرت یافتہ اور فاتح کہنا گوارا کر سکتا ہے اور پھر اسے "مار ڈال" کی دعوت کیسے دے سکتا ہے۔ پس یہ رسول اللہ ﷺ کی فراست کی ایک خوبصورت اور لطیف مثال ہے۔

کچھ احوال جنگ :۔ محاصرہ کے ان ابتدائی ایام میں بعض اہم واقعات ہوئے' جن میں سے ایک واقعہ حضرت محمود بن سلمہؓ کے قتل کا ہے غالباً یہ جنگ کا تیسرا روز تھا۔ محمود بن سلمہؓ اس دن خوب دلیری اور بہادری سے لڑے تھے۔ گرمی بہت تھی جب وہ تھک گئے اور ان کے ہتھیار ان کو بوجھل محسوس ہونے لگے تو قلعہ کی ایک دیوار کے سائے میں ستانے کے لئے چلے گئے۔ اس وقت لڑائی میں وقفہ ہو چکا تھا۔ آپ لیٹے ہوئے تھے کہ قلعہ کے اوپر سے مرحب اور کنانہ دو یہودی سرداروں نے چکی کا پاٹ گرا کر آپ کو قتل کرنا چاہا۔ اس شدید ضرب سے آپ کا لوہے کا خود ٹوٹ کر پیشانی میں دھنس گیا۔ آنکھیں ضائع ہو گئیں اور چہرہ کا حلیہ بگڑ گیا۔ مسلمان انہیں اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے تو آپ نے خود اپنے دست مبارک سے ان کے چہرہ کی جلد اور گوشت کو درست کیا اور خود مرہم پٹی فرمائی۔ لیکن یہ زخم حضرت محمودؓ کے لئے جان لیوا ثابت ہوا اور آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

(تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۴۶)

محمود بن سلمہؓ کی شہادت کے بعد جب ان کے بھائی محمد بن مسلمہؓ رسول

کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرے بھائی محمودؓ کو یہودیوں نے زیادتی سے قتل کیا ہے میں اس کا انتقام لے کر رہوں گا۔ کوئی اور جرنیل ہوتا تو دشمن کے خلاف اپنے سپاہی کے اس جوش و غیرت کو سراہتا مگر اس موقع پر بھی صبر و استقامت کے اس علمبردار نے اعتدال کا کیسا عمدہ سبق دیا۔

"دشمن سے مقابلہ کی خواہش نہیں کرنی چاہئے اور خدا سے عافیت مانگتے ہوئے ابتلا سے بچنا چاہئے اور جب دشمن سے مقابلہ ہو تو پھر دعا اور تدبیر کے ساتھ اس کا مقابلہ کرو اور یہ دعا کرو اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبُّنَا وَنَوَاصِیْنَا وَنَوَاصِیْھِمْ بِیَدِکَ وَاِنَّمَا تَقْتُلُھُمْ اَنْتَ

(سیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۴۰)

اے اللہ تو ہی ہمارا رب ہے! ہم اور ہمارے دشمن سب تیرے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اب تو ہی ان کو مارے تو مارے۔

اگلے دن اسلامی لشکر کی کمان رسول اللہ ﷺ کے حدی خوان عامرؓ کے ہاتھ میں تھی۔ وہ مرحب کی للکار کا جواب دیتے ہوئے میدان مقابل میں نکل کر لڑنے لگے مگر اپنی ہی تلوار سے ایک ایسا کاری زخم آیا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ بعض لوگوں نے عامرؓ کی شہادت کو جو ان کی اپنی تلوار سے ہوئی تھی خود کشی سے تعبیر کیا۔ عامرؓ کے بھتیجے حضرت سلمہ بن الاکوعؓ یہ سنکر بہت غمگین ہوئے وہ بیان کرتے ہیں اس حالت میں کیا دیکھتا ہوں۔ میرے آقا محمد ﷺ میرا ہاتھ پکڑ کر سہلاتے اور فرماتے ہیں کہ تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے عامرؓ کے بارہ میں لوگوں کے خیال کا ذکر کیا۔ صادق و مصدوق محمد ﷺ نے فرمایا جس نے بھی یہ کہا غلط کہا ہے۔ پھر آپ نے اپنی دو انگلیاں ملا کر فرمایا عامرؓ کیلئے دوہرا اجر ہے وہ تو جہاد کرنیوالا ایک عظیم الشان مجاہد تھا۔ (بخاری کتاب المغازی)

مسلمانوں کو یہود کا مقابلہ کرتے ہوئے دن گزرتے چلے گئے۔ ان کے زاد راہ ختم ہونے کو آئے۔ لیکن جنگ کا کوئی واضح نتیجہ نہ نکلا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے راشن کی کمی کا پتہ چلا تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! تو ہمارے حال کو خوب جانتا ہے۔ میرے پاس ان کو دینے کیلئے کچھ بھی تو نہیں۔ ایسے حالات پیدا فرما کہ یہ بے چارے بھوکے تو نہ مریں۔

(سیرۃ الحلبیہ جلد سوم)

لیکن اس دعا کے قبول ہونے میں شاید ابھی کچھ وقت تھا کہ مسلمانوں کو آزمائش کا ایک سخت مرحلہ پیش آیا۔

شوق تبلیغ :۔

خیبر کے ایک یہودی رئیس کا گلہ بان ایک حبشی غلام تھا۔ وہ جنگل سے بکریاں لے کر شہر کی طرف آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ باہر مسلمانوں کی فوج نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس موقعہ پر ہمارے سید و مولا کا شوق تبلیغ دیکھنے کے لائق ہے۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ تبلیغ کیلئے رسول اللہ ﷺ کسی کو حقیر نہ جانتے تھے۔ آپ اس حبشی غلام کو اسلام کی دعوت دینے لگے اس نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا؟ حضور نے فرمایا جنت بشرطیکہ اسلام پر ثابت قدم بھی رہو۔ اس پر وہ مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اب میں یہودیوں کے پاس تو جا نہیں سکتا اور یہ بکریاں میرے پاس ایک یہودی کی امانت ہیں میں ان کو کیا کروں؟

امانت کا کڑا امتحان :۔

اس سوال کے جواب سے قبل ذرا ان فاقہ کش محاصرین پر بھی نظر کیجئے جن کی زاد

راہ ختم ہونیکو تھی اور دشمن کی طرف سے پھینکی جانے والی کسی موہوم چیز پر بھی ٹوٹے پڑتے تھے جیساکہ عبداللہ بن مغفل بیان کرتے ہیں کہ محاصرہ خیبر کے دوران کسی شخص نے چربی سے بھرا ایک تھیلا (قلعہ سے باہر) پھینکا میں اسے لینے کیلئے لپکا ناگاہ میری نظر نبی کریم ﷺ پر پڑی جو مجھے دیکھ رہے تھے اور مجھے سخت شرم محسوس ہوئی۔ (بخاری کتاب المغازی باب فتح خیبر)

الغرض بھوک اور فاقے کے ان ایام میں یہ ایک کڑا امتحان تھا لیکن ہمارے آقا تو نہ صرف خود کٹھن امتحانوں میں پورا اترتے بلکہ اپنے ساتھیوں کو بھی ایسے ابتلاؤں سے نکال کرلایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے صحابہ کی بھوک اور فاقہ کی قربانی دینے اور امانت کی حفاظت کرنے کا فیصلہ فرمایا اور یہ خیال آپ کی امانت میں کوئی فرق پیدا نہ کرسکا۔ کہ یہ بکریاں تو غنیم کی مہینوں کی خوراک بن سکتی ہیں مگر آپ نے فرمایاکہ بکریوں کا منہ قلعے کی طرف کرکے ہانک دو۔ خدا تعالیٰ ان کو ان کے مالک کے پاس پہنچادے گا۔ غلام نے ایسا ہی کیا اور بکریاں قلعے کے پاس پہنچ گئیں۔ جہاں سے قلعے والوں نے ان کو اندر داخل کرلیا۔ سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ کس شدت سے امانت کے اصول پر عمل کرتے اور کرواتے تھے۔ (ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۴۶)

لڑنے والوں کے مال آج بھی میدان جنگ میں حلال سمجھے جاتے ہیں۔ کیا آج کل کے زمانہ میں جو مہذب زمانہ کہلاتا ہے کبھی ایسا واقعہ ہوا ہے کہ دوران جنگ دشمن کے جانور مال و اسباب ہاتھ آگئے ہوں اور ان کو دشمن فوج کی طرف سے واپس کردیا گیاہو۔ نہیں نہیں! بلکہ آج کی دنیا میں عام حالات میں بھی دشمن کے مال کی حفاظت تو درکنار، اسے لوٹنا بھی جائز سمجھا جاتا ہے۔ مگر قربان جائیے دیانتداروں کے اس سردار پر کہ لڑنے والے دشمن کا مال جو فاقہ کش اور بھوک کے شکار مسلمانوں کی مہینوں کی غذا بن سکتا تھا اور

جس سے وہ اپنا محاصرہ لمبا کھینچ سکتے تھے دشمن کو دے دیا اور اس بات کی کوئی پرواہ نہ کی کہ یہ بکریاں محصور دشمن کے حوالے کرنے سے اس کی مہینوں کی غذا بن سکتی ہے۔

اس موقعہ پر کوئی اعتراض کر سکتا ہے کہ اس حبشی کے قبول اسلام کا باعث ایک بڑی فوج کا خوف یا طمع بھی ہو سکتا ہے مگر اس نو مسلم کا اپنا طرز عمل اس اعتراض کا جواب ہے چنانچہ جب اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تالیف قلب کی خاطر کچھ انعام دینا چاہا تو اس نے انگلی سے اپنی گردن کی طرف اشارہ کر کے کہا مال کے لئے نہیں میں تو شہادت اور جنت کے لئے مسلمان ہوا ہوں۔ اور آفرین ہے اس مرد حق پر کہ مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو کر اسی روز وہ جانثار شہید ہو گیا۔ مسلمان اس کی نعش اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو رحمت دو عالم نے اس حبشی غلام کو کتنے پیارے لفظوں میں داد تحسین دی فرمایا۔

عَمِلَ قَلِیْلاً وَ اُجِرَ کَثِیْرًا (بخاری کتاب الجہاد)

یعنی کیا ہی خوش قسمت ہے یہ غلام کہ تھوڑا عمل کیا اور اجر بہت پایا۔ اسلام پر جبر کا الزام لگانے والوں سے پوچھنا چاہئے کہ وہ کیا مال غنیمت تھا جس کیلئے اس حبشی کو مسلمان کیا گیا؟ اور وہ کونسی تلوار تھی جس نے اس حبشی غلام کا دل جیتا؟

قلعہ ہائے خیبر:۔ خیبر قلعے کو کہتے ہیں اور یہ دراصل محفوظ قلعوں کا ایک سلسلہ تھا۔ پہلا سلسلہ **نطاہ** کہلاتا تھا جس میں تین قلعے ناعم، صعب اور قلتہ تھے۔ ان قلعوں کے چند روز اس کا محاصرہ کیا جس کے بعد یہ قلعہ فتح ہوا۔ اسی قلعہ سے زینب بنت حیی بن اخطب قید ہوئیں جو بعد میں ام المومنین حضرت صفیہ کہلائیں۔

وطیح اور سلالم کے آخری دو قلعوں کا محاصرہ چودہ روز تک جاری رہا۔ یہودی سردار صلح پر راضی ہو گئے۔ (سیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۴۷'۴۸)

محاصرہ کے بعد مسلمانوں کو ایک یہودی کے ذریعہ اہل قلعہ کی زمین دوز نہروں کا پتہ چلا جن کا پانی روک دینے کے نتیجہ میں اگلے روز یہود نے قلعوں سے باہر نکل کر زبردست لڑائی کی اور بالاخر حضرت علیؓ کی قیادت میں یہ قلعہ فتح ہوا۔ انہی قلعوں میں سے ایک منجنیق بھی مسلمانوں کے ہاتھ آئی جو باقی قلعوں کی فتح میں کام آئی۔ قلعوں کا دوسرا سلسلہ شق نامی تھا جس میں سے ابی' بری وغیرہ قلعے تھے۔ جو آسانی سے فتح ہوئے۔ قلعوں کا آخری سلسلہ کیتبہ کہلاتا تھا جس میں تین قلعے قموص' وطیح اور سلالم تھے یہودی پسپا ہو کر قلعہ قموص میں پناہ گزیں ہو گئے تھے جو خیبر کا سب سے بڑا قلعہ اور محفوظ ترین تھا۔ بیس روز تک مسلمانوں نے اس کا محاصرہ کیا جس کے بعد یہ قلعہ فتح ہوا اسی قلعہ سے زینب بنت حیی بن اخطب قید ہوئیں جو بعد میں حضرت صفیہؓ کہلائیں اور ام المومنین کا بلند مرتبہ پایا۔ وطیح اور سلالم کے آخری دو قلعوں کا محاصرہ چودہ روز تک جاری رہا۔ بالاخر یہودی سردار صلح پر راضی ہو گئے۔ (سیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۴۷'۴۸)

خیبر کے قلعوں میں سے دو قلعے بڑی جدوجہد سخت محاصرہ اور جنگ کے بعد فتح ہوئے ان میں سے ایک ناعم کا پہلا قلعہ ہے اور دوسرا قموص کا مرکزی اور آخری فتح ہونیوالا قلعہ۔ ناعم کا قلعہ وہ ہے جہاں یہود کی ساری طاقت جمع ہو کر آگئی تھی اور جو سب سے پہلے سات دن کے محاصرہ اور جنگ کے بعد فتح ہوا جب کہ قموص کا قلعہ بیس دن کے محاصرہ کے بعد سب سے آخر میں فتح ہوا۔

اہل سیر و تاریخ نے ان دونوں قلعوں کی فتح کو خلط ملط کر دیا۔ بعض نے

سب سے پہلے فتح ہونے والے قلعہ ناعم کا فاتح حضرت علیؓ کو قرار دیا ہے اور بعض نے قلعہ قموص کا فاتح حضرت علیؓ کو بیان کیا ہے۔ تاریخی لحاظ سے پہلا قول زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔ جسے طبری ابن ہشام صاحب الحلبیہ اور زرقانی کی تائید حاصل ہے۔

فتح خیبر کے ذکر کے ساتھ حضرت علیؓ کا نام نامی زبان زد خلائق ہے اور بلاشبہ یہ ایک عظیم الشان سعادت ہے جو حضرت علیؓ کے لئے مقدر تھی لیکن افسوس کہ شیر خدا حضرت علیؓ کا یہ کارنامہ بعض لوگوں نے افراط و تفریط کی راہ اختیار کر کے مشتبہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ بعض نے تو غلو کرتے ہوئے کہا کہ قلعہ خیبر جسے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی فتح نہ کر سکے۔ حضرت علیؓ نے اس کا بہت بڑا دروازہ اکھیڑ کر بائیں ہاتھ میں بطور ڈھال کے پکڑ لیا اور لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ فتح پائی۔ بعد میں ستر آدمی بھی اس دروازے کو ہلا نہیں سکے۔ ایک دوسرے گروہ نے در خیبر اکھاڑنے کی روایات بے اصل' دروغ اور باطل قرار دی ہیں۔ (سیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۴۴'۴۳)

حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں کی آراء میں اعتدال نہیں۔ کتب سیرت کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ بلا حقیقت نہیں اور تحقیق سے بالآخر وہ سراغ مل جاتا ہے جو در خیبر (اکھاڑنے) کی پہیلی کا دلچسپ اور خوبصورت حل ہے۔ فتح خیبر کے ضمن میں یاد رکھنا چاہئے کہ خیبر کے مختلف قلعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ مختلف جرنیلوں کے ہاتھ پر فتح ہوئے۔ ان میں سے ناعم کا قلعہ وہ تھا جو حضرت علیؓ کے ہاتھ پر فتح ہوا اور جس سے خیبر کی مبارک فتح کا آغاز ہوا۔

یہ عام دستور ہے کہ سالار لشکر کے ماتحت کسی جرنیل کی فتح و شکست اس سپہ سالار کی ہی فتح و شکست ہوا کرتی ہے۔ اور حق یہ ہے کہ فتح خیبر میں

رسول اللہ ﷺ کی نہ صرف دعائیں' تدبیریں اور زبردست جنگی حکمت عملی کارفرما تھی۔ اور آپ نہ صرف بنفس نفیس اس لشکر میں موجود تھے۔ بلکہ خیبر کے پہلے ہی روز آپ نے دو زرہیں اور حفاظتی خود پہنا اپنے "ظرب" نامی گھوڑے پر سوار ہو کر ہاتھ میں نیزہ اور ڈھال لئے میدان جنگ میں اترے اور زبردست جنگ کی اور ایک بہترین قائد حرب کے طور پر آئندہ دنوں میں اپنے صحابہ کو میدان جنگ میں لڑنے کا ایک شاندار نمونہ دیا۔

(سیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۳۹۔۴۰)

لہٰذا آپ ؐ کی موجودگی میں فتح کا سہرا کسی اور کے سر باندھنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ پس خیبر کی فتح کا خوبصورت تاج پوری شان سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سجا ہوا ہے کیونکہ یہ فتح آپ کی دعاؤں اور گریہ و زاریوں کی فتح تھی۔ یہ آپ کی دور اندیشی' بصیرت' شجاعت و بہادری' اوالعزمی اور ثابت قدمی ایسے خلق عظیم کی فتح تھی۔

فاتح خیبر حضرت علیؓ :۔

ہاں اس میں بھی شک نہیں کہ خیبر کی ایک جزوی فتح حضرت علیؓ کے ذریعہ سے ہوئی لیکن یہ بات دلچسپ اور قابل ذکر ہے کہ اس فتح کے دیباچہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں اور تدبیروں کے ساتھ حضرت عمرؓ کی ایک کامیاب کوشش کا بھی دخل ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ خیبر کے محاصرے کی ساتویں رات مسلمانوں کے لشکر کے گرد حضرت عمرؓ ایک حفاظتی دستے کے ساتھ پہرہ پر مامور تھے۔ اسی اثناء میں آپ نے ایک یہودی کو لشکر گاہ کے قریب گھومتے ہوئے پکڑ لیا اور اسے نبی کریم ﷺ کے پاس لے آئے۔ آنحضرت ﷺ اس وقت نماز تہجد میں مصروف تھے اور دعائیں کر رہے تھے۔ اس یہودی کو جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اس نے قلعہ میں

موجود اپنے اہل و عیال کی امان کا وعدہ لے کر آپ کو کئی اہم جنگی راز بتا دیئے۔ اس نے بتایا کہ یہودی مسلسل جنگ سے تنگ آکر اس قلعہ کے فتح ہو جانے کے خوف سے اسے خالی کیا چاہتے ہیں۔

(سیرۃ الحلبیہ جلد سوم صفحہ ۴۰۔۴۱)

اس یہودی سے ملنے والی اطلاعات کی روشنی میں اگلے روز کیلئے آنحضرت ﷺ نے زبردست منصوبہ تیار کیا۔ پہلے چند دنوں کی جنگ سے متاثرہ اسلامی فوج کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے آپ نے اعلان فرمایا کہ کل میں لشکر کا علم اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر خدا تعالیٰ فتح بخشے گا اور وہ بڑھ بڑھ کر حملے کرے گا اور پیچھے نہیں ہٹے گا۔ (سیرۃ الحلبیہ سوم صفحہ ۴۱)

یہ رات بہت امید و بیم کی رات تھی۔ وہ صحابہ جنہوں نے عمر بھر امارت کی خواہش نہ کی تھی آج اس امید اور تمنا سے رات کی گھڑیاں گن گن کر کاٹ رہے تھے کہ شاید فتح خیبر کی یہ پیشگوئی اور تقدیر ان کے ذریعہ پوری ہو۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر)

دراصل رسول اللہ ﷺ کا تعلق محبت ہر صحابی سے ایسا گہرا تھا کہ ہر ایک کی نظر اس محبت پر تھی۔ ہر ایک آپ کے عشق میں سرشار منتظر تھا کہ کیا معلوم جو قرعہ فال اس کے نام پڑے۔ مگر یہ تو ایک الٰہی تقدیر تھی جو اگلے روز ظاہر ہوئی۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلوایا دعا کروائی اور علم حضرت علیؓ کے حوالے کر دیا۔ حضرت علیؓ کو آشوب چشم کی تکلیف تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں پر اپنا مبارک لعاب دہن لگایا۔ خدا کے فضل سے ان کی آنکھیں اچھی ہو گئیں۔

(سیرۃ الحلبیہ جلد سوم صفحہ ۴۲)

غزوہ خیبر کے دوران آنحضرت ﷺ کے ذریعہ ظاہر ہونیوالے متعدد

اقتداری معجزات میں سے یہ ایک عظیم معجزہ تھا جس کے ساتھ کوئی دعا نہ تھی بلکہ ایک چھپی ہوئی طاقت الٰہی محفوظ تھی۔

حضرت علیؓ سیاہ رنگ کا علم ہاتھ میں لے کر اسلامی فوج کی قیادت کرتے ہوئے نکلے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے یہود کو اسلام کی دعوت دینا اور اگر وہ اسلام قبول کرنا چاہیں تو ان سے جنگ نہ کرنا۔ اگر خدا تعالیٰ تیرے ذریعے سے ایک جان کو بھی ہدایت دے تو یہ تیرے لئے دنیوی مال ومتاع حتیٰ کہ سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر جلد ۳)

آپ نے اپنے دست مبارک سے حضرت علیؓ کی کمر میں تلوار حمائل کی اور الٰہی تائید کی خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا۔ اے علی! یہود کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایلیا نامی ایک شخص ان کو تباہ کرے گا۔ اس لئے تم جا کر پہلے انہیں اپنا نام بتانا اس سے ان کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔

(بحار الانوار جلد ۶ صفحہ ۴۸۷)

حضرت علیؓ نے جب خیبر کے قلعہ کے پاس جا کر جھنڈا گاڑا تو ایک یہودی نے پوچھا۔ اے صاحب علم! تم کون ہو؟ اور تمہارا نام کیا ہے؟ آپ نے کہا۔ علی بن ابی طالب۔ اس نے مسلمانوں کو مخاطب ہو کر کہا۔ موسیٰ کی کتاب کی قسم آج تم غالب آؤ گے۔ (ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۴۲)

عوام کے اس ہراس اور بددلی کے باوجود سرداران خیبر ابھی بھی مرنے مارنے پر تلے ہوئے تھے۔ چنانچہ اس روز بھی مرحب للکارتا ہوا میدان میں آیا اور اعلان کیا کہ سرزمین خیبر کو معلوم ہے کہ میں ایک آزمودہ کار جرنیل مرحب ہوں۔ حضرت علیؓ نے اس کی للکار کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَہْ
ضِرْ غَامُ آجَامٍ وَ لَیْثٌ قَسْوَرَہْ

(تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۵۰)

میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر رکھا ہے۔ میں میدان میں سخت حملہ آور شیر ببر کی طرح ہوں۔

حضرت علیؓ نے مرحب سے مقابلہ کر کے اسے مار گرایا۔ مرحب کے بعد اس کا بھائی یاسر مقابلہ کیلئے نکلا۔ (جو زبردست شہسوار تھا اس نے بھی بہادرانہ نعرہ بلند کیا کہ سرزمین خیبر جانتی ہے کہ میں یاسر ہوں اسلحہ سے لیس ایک بہادر جواں مرد) رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو اس کا مقابلہ کرنے کیلئے ارشاد فرمایا اور حضرت زبیرؓ نے آگے بڑھ کر اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

یہود کے حوصلے تو پہلے ہی پست ہو چکے تھے اپنے سردار کے قتل سے وہ بالکل ہی ہمت ہار بیٹھے۔ قریب تھا کہ وہ قلعہ میں داخل ہو کر دروازے بند کر لیتے اور نتیجہ مسلمانوں کو ہر روز کی طرح ہزیمت اٹھانا پڑتی۔ مگر آج تو فتح کا دن تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کو ایسی غیر معمولی فراست' ہمت اور جرات بخشی کہ انہوں نے عزم کر لیا کہ وہ آج پسپا ہوتے ہوئے یہودی دشمنوں کو قلعہ کا دروازہ بند نہیں کرنے دیں گے۔ چنانچہ وہ تیزی سے آگے بڑھے۔ بائیں ہاتھ سے ڈھال پھینک دی اور دروازے کا ایک پٹ پوری قوت سے پکڑ لیا۔ یہودی دروازہ بند کرنے کے لئے آپ پر حملہ کرتے تھے اور آپ دروازہ کے پیچھے ہو کر اور اسے ڈھال بنا کر ان کا مقابلہ کرتے رہے۔ اتنے میں مسلمانوں کا ایک دستہ آپ کی مدد کیلئے پہنچ گیا اور مسلمان لڑتے ہوئے قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔ (ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۴۳ و سیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۴۶)

یہ ہے فتح خیبر کا عظیم الشان آغاز جو شیر خدا حضرت علیؓ کے حصہ میں آیا اور جس سے آپ کی فراست و بصیرت، عزم و ہمت اور جوانمردی ظاہر و باہر ہے جس کے سبق انہوں نے محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلق عظیم سے سیکھے تھے۔ خیبر کے قلعوں میں سے پہلے قلعہ کی فتح سے گویا فتح خیبر کا دروازہ کھل گیا۔ مسلمانوں کو مال غنیمت اور سامان رسد ہاتھ آیا اور یوں باقی قلعے دوسرے مسلمان جرنیلوں کے ہاتھوں فتح ہوتے چلے گئے۔

واضح ہو کہ فتح خیبر کا یہی وہ معقول اور قابل فہم حل ہے جسے تاریخ و سیرت کے بنیادی ماخذ کی تائید حاصل ہے۔ چنانچہ ابن ہشام تاریخ **الخمیس** سیرۃ **الحلبیہ** اور اہل تشیع کی مستند کتاب بحار الانوار میں لکھا ہے تَنَاوَلَ عَلِیٌّ الْبَابَ وَ تَتَرَّسَ بِهِ نیز اِجْتَذَبَ اَحَدَ الْاَبْوَابِ کے الفاظ بھی ہیں۔ یعنی حضرت علیؓ نے آہنی گیٹ کا ایک دروازہ پکڑ لیا اور بطور ڈھال خود اس کی آڑ لی اور اسے پوری قوت سے اپنی طرف کھینچے رکھا اور یوں دشمن کو وہ دروازہ بند نہ کرنے دیا۔

(i۔ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ، ii۔ تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۵۱، iii۔ سیرت لحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۴۳)

بعد میں یار لوگوں نے اس قصہ کو حاشیہ آرائی سے یوں بیان کیا کہ حضرت علیؓ نے اکھیڑ کر وہ بھاری بھر کم آہنی دروازہ ہاتھ میں اٹھا لیا۔ یہ کتنی بے معنی اور بے مقصد روایت ہے جس کا فتح سے کوئی تعلق ہی نہیں بنتا۔ ایسی لغو روایت حضرت علیؓ کی طرف منسوب کرنا بھی آپ کی شان کے خلاف اور بے ادبی کی بات ہے۔

شان خلق عظیم :۔

فاتحین عالم کے حالات پڑھ کر دیکھئے کہیں آپ کو آبادیاں ویران اور قلعے مسمار ہوتے نظر آئیں گے تو کہیں انسانی کھوپڑیوں کے مینار دکھائی دیں گے۔ مگر فتح خیبر میں تو مجھے

رسول اللہ ﷺ کی عظمت اخلاق کا حسین، روشن اور بلند و بالا مینار نظر آتا ہے کہ جسے سر اٹھا کر دیکھیں تو پگڑیاں گرتی ہیں۔ ہاں! فتح خیبر میں فاتحین عالم کے بر خلاف مجھے محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلق کی وہ عظیم الشان فتح نظر آتی ہے جو مفتوح قوم کے ساتھ حسن سلوک، عفو اور رحم اور احسان سے عبارت ہے۔

فتح کے بعد قلعہ ناعم کے ایک یہودی سردار نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بعض مسلمانوں کی شکایت کی کہ وہ ہمارے جانور ذبح کر کے کھا رہے ہیں۔ ہمارے پھل اجاڑ رہے ہیں اور عورتوں پر بھی سختی کی جا رہی ہے۔ یہ یہودی دشمن ہونے کے باوجود بھی اس منصف مزاج رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انصاف کی توقع لے کر آیا تھا اور آنحضرت ﷺ سے اس یہودی کی یہ سچی توقع پوری ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے فرمایا کہ آپ گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں میں یہ اعلان کریں کہ

جنت صرف مومنوں کو ہی ملے گی نیز سب کو نماز کیلئے بلانے کا ارشاد فرمایا۔ جب صحابہ اکٹھے ہو گئے تو نماز کے بعد آنحضرت ﷺ نے تقریر فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں جو کچھ حرام کر دیا ہے اس کے علاوہ کوئی چیز حرام نہیں۔ مگر یاد رکھو اس کے علاوہ بھی اوامر و نواہی مجھے دیئے گئے ہیں۔ سنو! اللہ تعالیٰ تمہیں بلا اجازت اہل کتاب کے گھروں میں داخل ہونے اور ان کے پھل کھانے کی اجازت نہیں دیتا۔ جب کہ وہ اپنا وہ حق ادا کر رہے ہوں جو ان کے ذمہ ہے۔

(زرقانی جلد ۲ صفحہ ۲۲۶ و تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۴۷)

آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا کہ بعض لوگوں نے مال غنیمت کی تقسیم

سے قبل خیبر کے کچھ جانور پکڑ کر ذبح کر لئے ہیں اور ان کا گوشت پک رہا ہے آپ نے فوراً وہ ہانڈیاں توڑ دینے اور گوشت گرانے کا حکم دیا۔

(بخاری کتاب المغازی)

اس طرح آپ نے مسلمانوں کے جذبات' ان کی بھوک اور فاقہ کی قربانی تو دے دی لیکن امانت اور دیانت کے اصول قربان کرنا گوارا نہ کیا۔ آنحضرت ﷺ خوب جانتے تھے کہ جب فتوحات کے دروازے کھلتے ہیں تو ان نازک لمحات میں برے اخلاق اور بد عادات بھی چور دروازوں سے داخل ہو جایا کرتے ہیں' حتی کہ حلال و حرام کی تمیز بھی باقی نہیں رہتی۔ اس مصلحت کے پیش نظر فتح خیبر کے موقع پر حلت و حرمت کے احکام کا اعلان کر کے آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کیلئے کچھ پابندیاں لگا دیں۔ میں پوچھتا ہوں کیا لوٹ کھسوٹ کرنے والے ایسی حد بندیاں قائم کیا کرتے ہیں؟

فتح کے دوران تورات کے بعض پرانے نسخے بھی مسلمانوں کو ملے جن کے بارے میں خیال تھا کہ تحریف سے پاک ہیں۔ یہودی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہماری کتاب مقدس ہمیں واپس کی جائے اور رسول کریم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ یہود کی مذہبی کتابیں ان کو واپس کر دو۔ مذہبی رواداری کی یہ کتنی عظیم الشان مثال ہے۔

(سیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۴۹)

سوچنے کا مقام ہے کہ اس زمانہ کی یہودی تورات کا کوئی نسخہ آج مسلمانوں کے پاس محفوظ ہوتا تو تحقیق تحریف کے میدان میں اس کی کتنی قیمت ہوتی اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ لیکن اس رحمتہ للعالمینؐ نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ یہودیوں کی کتاب کا ایک نسخہ بھی رکھ کر ان کو جذباتی تکلیف پہنچے خواہ اس کے مقابل مسلمانوں کو کتنا ہی فائدہ نہ ہوتا ہو۔

الغرض فتح خیبر کا دروازہ کھل گیا تو باقی قلعے بھی آہستہ آہستہ معمولی محاصرہ اور جنگ کے بعد فتح ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ قموص کا مضبوط قلعہ جہاں یہود کی طاقت پھر جمع ہو گئی تھی بیس دن کے سخت محاصرہ کے بعد فتح ہوا۔

اب صرف دو قلعے وطیح اور سلالم باقی رہ گئے تھے جن میں بنو نضیر کا خاندان آباد تھا۔ خیبر کے دس قلعوں کی فتح حاصل کر لینے کے بعد ان قلعوں کی فتح چنداں مشکل نہ تھی لیکن صلح و آشتی کے اس شہزادے کو تو دیکھو کہ جب ان دونوں قلعوں کے یہود تنگ آکر صلح کی درخواست کرتے ہیں تو آپ بلاتوقف صلح کی طرف جھک جاتے اور جنگ پر صلح کو ترجیح دیتے ہیں اس صلح کی شرائط میں یہ بات بھی شامل تھی کہ ان دونوں قلعوں کے یہود کا تمام مال مسلمانوں کے حق میں ضبط ہو گا اور جو شخص اس معاملہ میں جھوٹ یا فریب سے کام لے گا اور کوئی مال اور جنس چھپا کے رکھے گا وہ اس معاہدہ صلح کی حفاظت میں نہیں آئے گا اور غداری کی سزا کا حق دار ہو گا۔

آنحضرت ﷺ کو یہود کی بدعہدیوں کا تلخ تجربہ تھا۔ آپ نے اس معاہدہ صلح پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے علاوہ دس معتبر یہود کے بھی دستخط کروا لئے۔ (تاریخ الخمیس جلد دوم صفحہ ۴۶)

اس کے باوجود ان قلعوں کے سردار کنانہ بن ربیع نے (جو حیی بن اخطب کا داماد تھا) معاہدہ شکنی کرتے ہوئے اپنا خزانہ کہیں کھنڈرات میں دفن کر دیا۔ اس معاہدہ شکنی کے علاوہ کنانہ کا ایک اور جرم قتل بھی تھا کہ اس نے مرحب کے ساتھ مل کر جنگ میں وقفہ کے دوران محمد بن مسلمہ کے بھائی محمود بن مسلمہ پر چکی کا پاٹ گرا کر سخت ظالمانہ اور اذیت ناک طور پر قتل کیا تھا۔ چنانچہ اس کے قصاص میں وہ قتل ہوا۔ اور اس کے اہل و عیال بھی اس معاہدہ کی حفاظت میں نہ رہے اور قید ہوئے۔ جن میں کنانہ کی نو بیاہتا بیوی زینب

بھی تھیں جو بنو نضیر کے سردار معاند اسلام حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ جن کو بعد میں کمال شفقت اور احسان فرماتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے اپنے عقد میں لے لیا تو صفیہ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ (سیرۃ الحلبیہ جلد سوم صفحہ ۵۰)

ہر چند کہ یہودی سردار کنانہ کا جرم قتل کے قصاص میں مارا جانا اور اپنی مبینہ غداری اور معاہدہ شکنی کی قرار واقعی سزا پانا عین انصاف تھا اس کے باوجود عیسائی مستشرقین کا یہ اعتراض کہ کنانہ کی بیوی سے شادی کرنے کیلئے اور اس کا مال حاصل کرنے کیلئے آنحضرت ﷺ نے اسے قتل کروا دیا سخت بے ہودہ اور بے حقیقت نظر آتا ہے اور مستشرقین کے اسلام کے ساتھ بغض و عناد اور ان کے شدید علمی و مذہبی تعصب کو ظاہر کرتا ہے جو خاص انہیں کا حصہ ہے۔

تقسیم غنائم اور قیام عدل و احسان :-

فتح خیبر کے بعد جب مال غنیمت کی تقسیم کا وقت آیا تو دنیا نے اس حق پرست اور منصف و محسن انسان سے ادائیگی حقوق کا شاندار نظارہ دیکھا۔ عیسائی مؤرخین خیبر کے حملہ کو مال غنیمت کے حصول کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ کاش وہ دیکھیں کہ میرے آقاؑ کے سامنے مال کی کوئی قیمت اور حقیقت نہیں۔ وہ تو بے دریغ مال غنیمت تقسیم کرتے نظر آتے ہیں۔ خیبر میں شامل ہونے والے پیدل مجاہدوں کو ایک حصہ اور گھوڑ سواروں کو تین حصے دیئے جاتے ہیں۔ ان عورتوں کو بھی حصہ دیا جاتا ہے جو جنگ میں شریک تو نہ تھیں لیکن زخمیوں کی دیکھ بھال پر مامور تھیں۔ ان مہاجرین حبشہ کا بھی خیال رکھا جاتا ہے جو عرصہ دس سال کی غریب الوطنی کے بعد حبشہ سے واپس لوٹے تھے۔ یمن کے ان نو مسلموں کو بھی مال عطا کیا جاتا ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ آئے تھے۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر)

مال کی یہ بے دریغ تقسیم دیکھ کر مجھے اپنے آقا کا وہ فقرہ یاد آتا ہے اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ الْمُعْطِیْ میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں عطا کرنے والا تو خدا ہے۔ (بخاری کتاب العلم باب من یرد اللہ بہ خیرا)

امر واقعہ یہ ہے کہ ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ ﷺ پر بے شمار خزانوں کے دروازے کھولے گئے مگر آپ نے اپنے پاک ہاتھوں سے دنیا کو ذرا آلودہ نہ کیا اور وہ سب اموال خدا کی راہ میں خرچ کر دیئے۔

مفتوح قوم پر احسان مزید :۔

فتح خیبر کے بعد یہود کا ایک وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ ہمیں خیبر سے بے دخل نہ کریں بلکہ خیبر کی زمینوں پر کام کرنے دیں۔ ہم نصف پیداوار آپ کے حوالے کریں گے۔ آپ نے یہودیوں پر احسان فرماتے ہوئے ان کی یہ درخواست بھی قبول کر لی اور خیبر کی زمینیں ان کو نصف پیداوار لینے کی شرط پر بٹائی پر دیدیں۔

(بخاری کتاب المغازی و کتاب الشروط)

زہر سے قتل کرنیکی سازش :۔

مگر احسان پر احسان دیکھ کر بھی یہودی قوم کی بد عہدیاں ختم نہیں ہوئیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو زہر دے کر قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور ایک سریع الاثر زہر بہت بڑی مقدار میں بکری کی ران کے گوشت میں پکا کر حضور کی خدمت میں سلام بن مشکم کی بیوی زینب کے ذریعہ تحفہ بھجوایا گیا۔ آنحضرت ﷺ کو یہ کھانا پیش کیا گیا۔ آپ نے پہلا نوالہ منہ میں ڈالا ہی تھا کہ زہر کا احساس ہو گیا۔ ایک صحابی حضرت بشیرؓ نے لقمہ نگل لیا جو کچھ عرصہ بعد اس زہر کے مہلک اثرات سے جانبر نہ ہو سکے اور اللہ کو پیارے

ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس عورت اور دوسرے یہودیوں کو بلایا اور پوچھا کہ اے یہود! سچ سچ بتاؤ تم نے اس گوشت میں زہر کیوں ڈالا؟ وہ عورت کہنے لگی ہم نے سوچا کہ اگر آپ سچے نہیں تو آپ سے نجات مل جائے گی اور اگر سچے ہیں تو زہر آپ پر اثر نہیں کرے گا۔ اب مجھ پر کھل گیا ہے کہ آپ سچے ہیں اور میں یہاں موجود سب لوگوں کو گواہ ٹھہرا کر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتی ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے اسے بھی معاف فرما دیا۔ البتہ بعض روایات کے مطابق ایک سال بعد حضرت بشیر اس زہر کے اثر سے جانبر نہ ہو سکے تو ان کے قصاص میں اسے سزائے موت ملی۔

(بخاری کتاب الطب و تاریخ الخمیس جلد دوم صفحہ ۵۲)

مگر آپ نے اپنی ذات کیلئے کوئی انتقام لینا پسند نہ فرمایا حالانکہ آخری عمر تک اس زہر کے اثر سے تکلیف محسوس فرماتے رہے۔ چنانچہ جب آپ آخری بیماری میں آخری سانس لے رہے تھے تو حضرت عائشہؓ سے فرمانے لگے اے عائشہ! میں اب تک اس زہر کی اذیت محسوس کرتا رہا ہوں جو خیبر میں یہودیوں نے مجھے دیا تھا۔ اور اب بھی میرے بدن میں اس زہر کے اثر سے تکلیف اور جلن کی کیفیت ہے۔ (بخاری کتاب المغازی)

نبی کریم ﷺ نے یہود پر مزید احسان کرتے ہوئے ان کے رفع غم کی تدبیریں کیں اور ان کو اپنے اعتماد میں لینے کی کوششیں فرماتے رہے۔ حضرت صفیہؓ جو بنو نضیر کے سردار کی بیٹی اور بنو قریظہ کے سردار کی بیوی ہونے کے لحاظ سے دو قبیلوں کی سردار تھیں۔ جب ایک صحابی حضرت دحیہؓ نے ان کو آنحضور ﷺ کی اجازت سے لونڈی کے طور پر لے لیا تو بعض صحابہؓ کے اصرار پر یہود کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے آنحضور ﷺ نے یہود کی

ملکہ کو ایک عام صحابی سے لے کر نہ صرف آزاد کیا بلکہ صفیہؓ کو اجازت دی کہ چاہیں تو اپنے عزیزوں کے پاس جا سکتی ہیں اور چاہیں تو حضور ﷺ کے پاس بیوی بن کر رہیں۔ حضرت صفیہؓ نے عرض کیا کہ میرے دل میں تو اسلام کی صداقت بیٹھ چکی ہے میں مسلمان ہوتی ہوں اور مجھے آپؐ کے ساتھ رہنا پسند ہے۔ (تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ)

شادی کے بعد انہوں نے حضور ﷺ کو اپنی ایک پرانی خواب بھی سنائی کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ چاند میری جھولی میں آپڑا ہے۔ میں نے اپنے خاوند کو یہ خواب سنائی اس نے کہا تمہارا باپ عالم آدمی ہے اسے یہ خواب سنانی چاہئے۔ چنانچہ اپنے باپ کو جب میں نے یہ خواب سنائی تو اس نے زور سے میرے منہ پر تھپڑ مارا اور کہا۔ نالائق حجاز کے نئے بادشاہ سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ جو نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ (ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۴۳)

یہ اس نے اس لئے کہا کہ عرب کا قومی نشان چاند تھا۔ یہ خواب جہاں رسول اللہ ﷺ کی صداقت کا نشان ہے وہاں حضرت صفیہؓ کے صدق و صفا کی بھی مظہر ہے۔ کہ اس خواب نے جس طرح صفیہؓ کے باپ کے دل میں بغض پیدا کیا تھا۔ جب صفیہؓ نے اس کی تعبیر سنی ہوگی تو ان کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت کی پہلی کونپل ضرور پھوٹی ہوگی۔

سر ولیم میور لائف آف محمد میں یہ خواب (جو حضرت صفیہؓ نے خود آنحضرت ﷺ کو سنائی) بیان کرنے کے بعد کھسیانا اور حواس باختہ ہو کر اپنے تعصب میں جلتا ہوا ایک عجیب مضحکہ خیز بات کرتا ہے وہ لکھتا ہے کہ:۔

> صفیہ بہت جلد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف مائل ہو گئیں اور اپنی یہ خواب حضور کو سنانے لگیں لیکن خیبر کی ساری عورتیں ایسی بے وفا نہ تھیں بلکہ قومی جذبہ رکھنے والی ان عورتوں میں ایک دوسری

زینب بھی تھی جس نے محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) کو بڑی جرات سے زہر دیا تھا۔

ملاحظہ کیجئے صفیہ کے والد اور اس کے تیرہ سو سال بعد پیدا ہونے والے معاند اسلام سر ولیم میور پر حضرت صفیہؓ کے خواب پر معاندانہ ردعمل آپس میں کتنا مشابہ ہے کہ وہ دونوں حضرت صفیہؓ کے خواب کو سن کر برافروختہ ہوتے ہیں اور حضرت صفیہؓ جب تعبیر سے لاعلمی کے باعث کمال سادگی اور سچائی سے اپنی خواب والد کو سناتی ہیں تو وہ تعبیر کر کے تھپڑ مارتا ہے کہ گویا یہ خواب کیوں دیکھی؟ اور سر ولیم میور اس سچی خواب کو سن کر اور بعد میں پورا ہوتی دیکھ کر اور بھی غصے میں آ جاتا ہے اور حضرت صفیہؓ کو بے وفائی کا الزام دینے لگتا ہے اور اس سے زیادہ آخر وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔

لیکن اس واقعہ سے ایک بات صاف ظاہر ہے کہ صفیہؓ جن کا باپ' خاوند اور عزیز و اقارب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں مارے گئے ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ حیرت انگیز امر ہے اور یہ حیرت ہمیں چودہ سو سال کے فاصلہ کی وجہ سے پیدا نہیں ہو رہی۔ بلکہ جب یہ واقعہ رونما ہو رہا تھا تو اس وقت اس سے کہیں زیادہ حیرت و استعجاب کے ساتھ کچھ خوف اور اندیشے بھی نمایاں تھے۔ جس کا اظہار اس واقعہ سے خوب ہوتا ہے۔ جو غزوہ خیبر سے واپسی پر پیش آیا۔

ابو ایوب انصاریؓ کی فدائیت :۔ حضرت صفیہؓ کے رخصتانہ کی رات کا ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھانے کے لئے اپنے خیمہ سے باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ابو ایوب انصاریؓ تلوار سونتے مستعد کھڑے ہیں۔ سرکار دو عالمؐ نے پوچھا ابو ایوب کیا بات ہے؟ عرض کیا۔ جان سے عزیز آقا! صفیہؓ کے

عزیز اور رشتہ دار ہمارے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے خیال سے میرے دل میں کئی اندیشے اور وسوسے اٹھتے تھے۔ اس لئے میں آج ساری رات حضور ﷺ کے خیمہ کا پہرہ دیتا رہا ہوں۔

یقیناً رسول اللہ ﷺ کے یہ عاشق صادق' فدائی اور جاں نثار صحابی ابوایوبؓ آفرین کے لائق ہیں۔ لیکن ان کو کیا معلوم تھا کہ صفیہؓ تو خود رسول اللہ ﷺ کی محبت کی تلوار سے گھائل ہو چکی ہیں۔ پھر قربان جائیں اس محسن اعظم ﷺ پر جو کسی کا احسان اپنے سر نہ رکھتے تھے۔ اسی وقت دعا کی۔

"اے اللہ! ابو ایوبؓ کو ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھنا جس طرح رات بھر یہ میری حفاظت پر مستعد رہے ہیں۔"

(ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۴۵)

اور ہمارے آقا کی یہ دعا قبول ہوئی۔ ابوایوبؓ نے بہت لمبی عمر پائی اور پھر آپ کے مزار کو گردش زمانہ آج تک مٹا نہیں سکی بلکہ وہ آج بھی قسطنطنیہ میں محفوظ ہے اور مرجع خلائق ہے۔ (سیرۃ الحلبیہ جلد سوم صفحہ ۵۲)

راقم الحروف کو بھی استنبول میں ان کے مزار پر حاضری اور دعا کی توفیق ملی۔

حق یہ ہے کہ حضرت صفیہؓ کے اخلاص و فدائیت کے محرک دراصل آنحضرت ﷺ کے اخلاق عظیمہ ہی تھے۔ چنانچہ جب حضرت صفیہؓ پہلی بار خیبر میں حضورؐ کی خدمت میں دوسرے قیدیوں کے ساتھ پیش ہوئیں تو بلالؓ ان کو یہودیوں کی بعض لاشوں میں سے لے کر گزرے تاکہ ان پر ہیبت طاری ہو جائے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا۔

"اے بلالؓ! کیا تیرے دل سے رحم مٹ گیا ہے جو تو عورت ذات کو ان کے مقتولوں کی لاشوں کے پاس سے لے کر آئے ہو۔" حضرت بلالؓ نے

ایسا کرنے پر معذرت چاہی۔ حضرت صفیہؓ جن کے دل میں اپنے خواب کی وجہ سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ کی عظمت بیٹھ چکی تھی۔ اب آپ کی رحمت کا یہ پہلا نمونہ دیکھ کران کی محبت میں یقیناً اضافہ ہوا ہو گا۔

(ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۴۴)

پھر سوچنا چاہئے کہ اس وقت شہزادی صفیہؓ کے دل پر کیا گزری ہوگی جب ایک عام صحابی نے انہیں اپنی لونڈی بنا لیا۔ مگر محمد مصطفیٰ ﷺ نے صفیہؓ پر ایک اور احسان کرتے ہوئے اور ان کے جذبات اور شاہانہ مرتبہ کا خیال کرتے ہوئے انہیں اپنے عقد میں لے لیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ حضرت صفیہؓ کا بیان ہے کہ شادی کے بعد آنحضرت ﷺ نے مجھ سے اس قدر نرمی اور محبت کا سلوک فرمایا کہ میرا دل صاف ہو گیا۔ اور سب کدورتیں مٹ گئیں۔

آپؐ مجھے جنگ کی تفاصیل بیان کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ تمہارا باپ جنگ احزاب میں سارے عرب کو میرے خلاف بھڑکا کر کھینچ لایا تھا اور اس نے یہ یہ ظلم کئے۔ تمہاری قوم نے یہ یہ زیادتیاں کیں جس کا انجام بالآخر انکو دیکھنا پڑا۔

حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں۔ اس وقت تک حضور مجھ سے محبت بھری باتیں فرماتے رہے کہ میری سب کدورتیں دھل گئیں اور سینہ صاف ہو گیا۔ مجھے لگا جیسے دنیا میں میرے سب سے زیادہ محبوب وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

شاید یہ وجہ بھی ہو گی کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کا نام صفیہؓ رکھا جس کے معنی صفائی دل کے بھی ہو سکتے ہیں۔ حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں۔

مَارَأَيْتُ قَطُّ اَحْسَنَ خُلُقًا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ کہ میں نے رسول اللہ

سے زیادہ خوبصورت اخلاق والا انسان کبھی نہیں دیکھا۔

(سیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۵۲۔۵۱)

خیبر سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صفیہؓ کو خود اپنا گھٹنا بچھا کر اونٹ پر سوار کراتے تھے۔ (بخاری کتاب المغازی)

بعد میں ایک دفعہ کسی زوجہ مطہرہ نے حضرت صفیہؓ کو یہودی ہونے کا طعنہ دیا تو وہ رونے لگیں۔ آنحضرت ﷺ کو پتہ چلا تو فرمایا۔ اے صفیہ! تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ میرا باپ ہارونؑ میرا چچا موسیٰؑ اور میرے شوہر محمدؐ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت میں صفیہؓ آپ سے کہنے لگیں یا رسول اللہ! خدا کی قسم میں چاہتی ہوں کہ آپ کی بیماری مجھے مل جائے اور آپ اچھے ہو جائیں۔ اس پر بعض ازواج مطہرات نے باہم آنکھ کا اشارہ کیا جسے نبی کریمؐ نے دیکھ لیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو صفیہؓ کے قلب صافی سے واقف تھے فرمانے لگے۔ بخدا! یہ اپنی بات میں سچی ہے۔

(زرقانی جز ۲ صفحہ ۲۲۳)

سوچنے کا مقام ہے کہ صفیہؓ کا باپ تو رسول اللہ ﷺ کے خون کا پیاسا تھا اور بیٹی آپ پر جان چھڑکتی ہے۔

سادگی کی شان:۔ خیبر سے واپسی پر صہبا مقام پر آنحضورؐ نے حضرت صفیہؓ کا ولیمہ کیا۔ اس فاتح خیبر اور شاہ دو جہاں کا ولیمہ کیا تھا؟ دنیا کی شان و شوکتیں اور دعوتوں کی رونقیں اس ایک سادگی پر قربان جو سادگی ہمیں فاتح خیبر کے ولیمہ میں نظر آتی ہے۔ شاہ مدینہ میدان صہبا میں دستر خوان بچھواتے ہیں اور حضرت بلالؓ ان پر کھجوریں اور پنیر سجا دیتے ہیں۔ (بخاری کتاب المغازی)

پس یہی ہمارے آقا کا ولیمہ تھا۔ آج دعوتوں اور ولیموں میں تکلف اور

اسراف کرنے والوں کیلئے سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کا یہ اسوہ سادگی اور بے تکلفی کا کتنا حسین سبق ہے۔

خلق وفا:۔ اب مدینہ واپسی ہوتی ہے۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کی نگاہیں جب احد پہاڑ پر پڑیں تو بے ساختہ کہہ اٹھے کہ جبل احد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہمیں اس سے محبت ہے۔ میں نے سوچا کہ اس وقت میرے آقا کو احد کے وہ شہید یاد آئے ہوں گے جنہوں نے اسلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں اپنی جانیں قربان کی تھیں۔

اے دنیا والو! اس شاہ مدنی کی وفا تو دیکھو۔ وہ فتح کی خوشی میں احد میں اپنے شہید ہونے والے غلاموں کی قربانیوں کو نہیں بھولا۔ اور اس کی وفائیں محبت میں ڈھل کر کہتی ہے کہ اے احد کے شہیدو تم پر سلام ہو۔ خدا اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر بہائے گئے تمہارے خون رنگ لائے ہیں اور آج تمہارا آقا ایک عظیم الشان فتح سے واپس لوٹتے ہوئے تمہیں اپنی محبت کا تحفہ پیش کرتا ہے۔

قارئین کرام! کیا آپ جانتے ہیں کہ خیبر کے حصن حصین کو توڑنے والا یہ عظیم فاتح جب اپنے شہر مدینہ میں داخل ہوتا ہے تو اس کی زبان پر کیا الفاظ تھے؟

انہوں نے کوئی فخریہ نعرے نہیں لگائے۔ فتح کا کوئی جشن نہیں منایا بلکہ عاجزی اور خاکساری کا ایسا نمونہ دکھایا کہ آسمان کے فرشتے بھی آفرین کہتے ہوں گے۔ مدینہ پر نظر پڑتے ہی یہ دعا آپ کے ورد زبان بن گئی۔ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ (بخاری کتاب المغازی)

کہ ہم اپنے رب کے حضور رجوع کرتے ہوئے واپس لوٹتے ہیں۔ ہم

ادنی غلام اور عاجز بندے اپنے اس خالق و مالک کی حمد کے ترانے گاتے ہوئے مدینہ میں داخل ہوتے ہیں۔ اے سید الانبیاء! یہ وہ تواضع اور خاکساری ہی تو تھی جس کا حسین لباس پہن کر تو سات آسمانوں کی رفعتیں بھی پیچھے چھوڑ گیا۔
اے معلم اخلاق تجھ پر ہزاروں درود تو نے اپنے عملی نمونہ سے خلق عظیم کا درس دیا۔ اے صاحب خلق عظیم! تیری عظمتوں کو سلام کہ تجھ جیسا کوئی تھا ہے نہ ہو گا۔

زہے خلق کامل زہے حسن تام
عَلَيْكَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ السَّلَامُ

فتح مکہ

خلق عظیم کی چمکار:۔

اللہ جل شانہ نے قرآن شریف میں ہمارے سید و مولا حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم کو مخاطب کر کے ایسے اعلیٰ درجہ کی تعریف کی ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ فرماتا ہے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کہ تمام اخلاق فاضلہ اور شمائل حسنہ جو ایک انسان کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ سبؑ کے سب آپؐ کے اندر جمع ہیں۔ حق یہ ہے کہ مکارم اخلاق کی ہر چوٹی محمد ﷺ نے سر کی۔ غزوات میں بھی آپؐ کے خلق عظیم کی چمکار تلواروں اور نیزوں کی چمک سے کہیں زیادہ روشن اور درخشندہ و تاباں ہے۔

قارئین کرام! آج سے قریباً ۱۴۰۰ برس پہلے کا واقعہ ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ سوموار کا دن اور چاشت کا وقت۔ جب ہمارے آقا صلی اللہ علیہ و سلم فاتحانہ شان کے ساتھ اپنے وطن مکہ میں داخل ہوئے جہاں سے آٹھ سال قبل نہایت بے سروسامانی کے عالم میں نکلے تھے۔ اس وقت آپؐ خدا کے وعدوں کو پورا ہوتے دیکھ کر گہرے جذبات تشکر سے لبریز ایک عجب سوز اور خوش الحانی کے ساتھ سورہ فتح کی وہ آیات تلاوت فرمارہے تھے جو ایک سال پیشتر حدیبیہ سے واپسی پر نازل ہوئی تھیں اور جن میں حدیبیہ کو فتح مبین کا نام دیتے ہوئے اسے کئی فتوحات کا پیش خیمہ قرار دیا گیا تھا۔ آج اس موعود فتح کے موقع پر ہمارے آقا و مولا کا سر خدا کے حضورؐ جھکتے جھکتے اونٹنی کے پالان کو چھو رہا تھا اور اپنی زندگی کی اس عظیم فتح پر آپؐ سجدہ شکر بجا لا رہے تھے۔ مگر اس شاندار فتح کے سفر پر روانہ ہونے اور اس کی تفاصیل بیان کرنے سے پہلے، اس کا پس منظر، اور اس میں ظاہر ہونے والے آنحضرت ﷺ کے اخلاق فاضلہ کا تذکرہ نہایت ضروری ہے۔

قیامِ امن کیلئے قربانی و صبر۔

ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم کے خلق عظیم کا ہمیشہ یہ طرہ امتیاز رہا کہ آپ ہر امکانی حد تک فساد سے بچتے اور ہمیشہ امن کی راہیں اختیار کرتے تھے۔ مکے کا ۱۳ سالہ دور ابتلا گواہ ہے کہ آپ اور آپ کے صحابہ نے سخت اذیتیں اور تکالیف اٹھائیں لیکن صبر پر صبر کیا۔ جانی اور مالی نقصان ہوئے پر برداشت کئے اور مقابلہ نہ کیا۔ اپنے مظلوم ساتھیوں سے بھی یہی کہا کہ ماریں کھاؤ اور صبر کرو، گالیاں سنو اور دعائیں دو، پھر جب دشمن نے شہر مکہ میں جینا دو بھر کر دیا۔ آپ کے قتل کے منصوبے بنائے تو آپ اور آپ کے ساتھیوں نے عزیز و اقارب اور مال و جائیداد کی قربانیاں دے کر دکھی دل کے ساتھ وطن کو بھی خیرباد کہہ دیا اور مدینے پناہ لی۔ دشمن نے وہاں بھی چین کا سانس نہ لینے دیا۔ قریش مکہ کے لشکر بدر اور احد میں مدینے کے گنتی کے کمزور اور نہتے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ پھر جنگ احزاب میں تو سارا عرب مسلمانان مدینہ پر چڑھ آیا اور اہل مدینہ نے شہر کے گرد خندق کھود کر اور اس میں محصور ہو کر جانیں بچائیں۔ آپ ہمیشہ دفاع ہی کرتے رہے۔ خانہ کعبہ کے حقیقی متولی مسلمانوں کو یہ اجازت بھی نہ تھی کہ وہ خدا کے گھر کا طواف ہی کر سکیں۔

فتح مکہ کا پس منظر۔

رسول خدا ﷺ ایک رؤیاء کی بنا پر سنہ ۶ ھ میں عمرہ کرنے مکے گئے تو حدیبیہ مقام پر روک دیئے گئے یہاں بھی امن کی خاطر صلح کے اس شہزادے نے بظاہر دب کر کٹھن شرائط پر صلح منظور کر لی۔ یوں اس سفر سے آپ بغیر عمرہ کئے واپس لوٹے اور اپنی قربانیاں خانہ کعبہ کی بجائے حدیبیہ کے میدان میں ہی ذبح کر دیں۔ واپسی پر سورہ فتح کی وہ آیات نازل ہوئیں جن میں اس صلح کو فتح قرار دے کر آئندہ

فتوحات کی خبر دی گئی۔ چنانچہ یہ اس صلح کی ہی برکت تھی کہ مسلمان جنوب کی طرف سے قریش مکہ کے حملہ سے مطمئن ہو کر شمال کی جانب سے یہود خیبر کے حملہ کے خطرہ سے نبٹنے کے قابل ہوئے۔ اور فتح حدیبیہ کے چند ماہ بعد ہی سنہ ۷ھ انہوں نے کمال حکمت عملی سے خیبر فتح کر لیا۔

اسی صلح کے زمانہ میں تبلیغ اسلام کی وسعت کے نتیجہ میں ہزاروں لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ ادھر قریش مسلمانوں کی ترقی دیکھ کر غیض و غضب کی آگ میں جل رہے تھے۔ بدر میں اپنے سرداروں کی ہلاکت کے بعد انہوں نے ابو سفیان کو اپنا سردار بنایا تھا۔ جس پر ابو جہل کا بیٹا عکرمہ بعض اور سرداروں کو ساتھ ملا کر اس کا مخالف ہو گیا اور قریش عملاً دو گروہوں میں بٹ گئے۔ صلح حدیبیہ کے وقت عکرمہ ہی کے ایک ساتھی سہیل بن عمرو نے مسلمانوں کے ساتھ آئندہ دس سال کے لئے معاہدہ امن طے کیا تھا۔ جس کے مطابق بنو بکر قریش کے حلیف بنے تھے اور بنو خزاعہ مسلمانوں کے۔

خزاعہ کی مظلومیت اور امداد طلبی:-

صلح کے زمانے میں مسلمانوں کی غیر معمولی کامیابیاں دیکھ کر قریش نے معاہدہ امن توڑنا چاہا اور عکرمہ کے تشدد پسند گروہ نے اپنے حلیف بنو بکر سے ساز باز کر کے ایک اندھیری رات میں مسلمانوں کے حلیف بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ خزاعہ نے حرم کعبہ میں پناہ لی۔ لیکن پھر بھی ان کے ۲۳ آدمی نہایت بے دردی سے قتل کر دیئے گئے۔ ابو سفیان کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو اس نے کہا یہ سراسر شرانگیزی ہے۔ اب محمد ہم پر ضرور حملہ کریں گے۔

ادھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع اسی صبح کر دی اور آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو یہ واقعہ بتا

کر فرمایا کہ منشا الٰہی یہی معلوم ہوتا ہے کہ قریش کی اس بدعہدی کا ہمارے حق میں کوئی بہتر نتیجہ ظاہر ہو۔ پھر تین روز بعد قبیلہ خزاعہ کا چالیس شترسواروں کا ایک وفد' آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ بنوبکر اور قریش نے مل کر بدعہدی کرتے ہوئے شب خون مار کر ہمارا قتل عام کیا ہے۔ اب آپؐ کا فرض ہے کہ معاہدہ کی رو سے ہماری مدد کریں۔ خزاعہ قبیلہ کے نمائندہ عمرو بن سالم نے اپنا حال زار بیان کر کے خدا کی ذات کا واسطہ دیکر ایفائے عہد کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا۔

یَا رَبِّ اَنْعٰی نَاشِدًا مُحَمَّدًا
حَلْفَ اَبِیْنَا وَ اَبِیْہِ الْاَ تْلَدَا

خزاعہ کی مظلومیت کا حال سن کر رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آیا۔ آپؐ کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے اور آپؐ نے ایفائے عہد کے جذبہ سے سرشار ہو کر فرمایا۔ یقیناً یقیناً تمہاری مدد کی جائے گی۔ اگر میں تمہاری مدد نہ کروں تو خدا میری مدد نہ کرے۔ نہیں نہیں تم محمد ﷺ کو باوفا پاؤ گے۔ تم دیکھو گے کہ جس طرح میں اپنی جان اور بیوی بچوں کی حفاظت کرتا ہوں اسی طرح تمہاری حفاظت کروں گا۔ (ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۸۶)

اس صورت حال میں سر ولیم میور کا یہ خیال کس قدر بودا دکھائی دیتا ہے کہ فتح مکہ کیلئے یہ واقعہ محض ایک بہانہ تھا۔ حالانکہ وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ قریش مکہ کے کچھ سرداروں نے بھیس بدل کر بنو خزاعہ پر شب خون مارنے میں بنو بکر کی مدد کی تھی اور ان کے کئی آدمی قتل کر دیئے کیا اس کے بعد بھی کوئی دانا اسے بہانا قرار دے سکتا ہے۔ (لائف آف محمد صفحہ ۴۱۴)

نبی کریمؐ کی شان فراست:۔ ادھر ابو سفیان اس معاہدہ شکنی کے نتیجے سے بچنے کیلئے بہت جلد اس

یقین کے ساتھ مدینے پہنچا کہ محمد ﷺ کو اس بدعہدی کی خبر نہ ہوگی۔ اس نے بڑی ہوشیاری سے آنحضرت ﷺ سے بات کی کہ صلح حدیبیہ کے وقت میں جو اصل سردار قریش ہوں موجود ہی نہیں تھا۔ اس لئے آپ ؐ میرے ساتھ اس معاہدہ کی تجدید کرلیں۔ آنحضرت ﷺ نے کمال حکمت عملی سے پوچھا کہ کیا کوئی فریق معاہدہ توڑ بیٹھا ہے۔ ابوسفیان گھبرا کر کہنے لگا ایسی تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ رسول کریم ﷺ نے جواب دیا تو پھر ہم سابقہ معاہدے پر قائم ہیں۔ نئے معاہدے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ ؐ نے ابوسفیان کی واضح غلط بیانی دیکھ کر بھی اس کا جھوٹ ظاہر کر کے اسے شرمندہ کرنا پسند نہ فرمایا۔ ابوسفیان نے بزرگ صحابہ ؓ سے سفارش کرانا چاہی لیکن ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ ہمارے آقا ﷺ جب کسی بات کا فیصلہ فرمالیں تو ہم اس میں دخل دینے کی جرات نہیں کرسکتے۔ (سیرت الحلبیہ جز ۳ صفحہ ۸۳ تا ۸۵)

صحابہ ؓ جانتے تھے کہ ان کے آقا ﷺ ہمیشہ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ پر عمل کرتے ہیں۔ ابوسفیان کہنے لگا بخدا! میں نے تم سب کو یکجان پایا ہے۔ ابوسفیان کی یہ گواہی کتنی زبردست ہے کہ صحابہ ؓ رسول اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کا سچا نمونہ تھے اور کفار کے مقابل پر کتنے سخت تھے۔ اور دراصل یہ رسول اللہ ؐ کی تربیت کا ہی نتیجہ تھا۔

امن کا شہزادہ:۔ یہاں رسول کریم ﷺ کے خلق عظیم کے بارے میں اس سوال کا جواب بھی ضروری ہے کہ آپ ؐ نے ابوسفیان کی مصالحانہ کوششوں کو کیوں رد کردیا اور بقول سرولیم میور کیا مکے پر اس طرح حملہ کردیا جیسے پہلے سے حملہ کیلئے بہانے ڈھونڈھ رہے ہوں؟

امن و آشتی کے اس شہزادے پر الزام لگانے والوں سے میں پوچھتا ہوں کہ کیا ابوسفیان واقعی سفیر امن بن کر آیا تھا؟ نہیں نہیں وہ تو دھوکہ دہی

سے معاہدہ شکنی پر پردہ ڈالنے آیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ جانتے تھے کہ بد عہدی تو عکرمہ اور اس کے ساتھیوں نے کی ہے۔ جنہوں نے معاہدہ کیا تھا۔ اس لئے ابو سفیان سے مصالحت کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔

(سیرت الحلبیہ جز ۳ صفحہ ۸۶،۸۶)

دستور اور قانون کے لحاظ سے اب مسلمان ان بد عہدوں کے خلاف سخت سے سخت اقدام کا حق رکھتے تھے۔ لیکن خلق عظیم پر فائز اس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ملاحظہ ہو۔ آپؐ پھر بھی قریش سے صلح کی طرح ڈالتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ پہلے تو آپؐ نے معاہدہ شکنی کرنے والوں کی طرف اپنا سفیر بھیجا اور تین شرائط میں سے کسی ایک شرط پر صلح کی پیشکش کی کہ ہمارے حلیف خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا ادا کر دو یا بنو بکر کی طرف داری سے الگ ہو جاؤ یا حدیبیہ کی صلح توڑنے کا اعلان کر دو۔ اور جب مسلمانوں کے اس سفیر کو جواب ملا کہ ہم حدیبیہ کی صلح توڑتے ہیں۔ (زرقانی جلد ۲ صفحہ ۲۹۲)

مشاورت اور صحابہ کی آراء:۔ تو اب آنحضرت ﷺ پر لازم ہو گیا کہ آپؐ اپنے مظلوم حلیف خزاعہ کی امداد اور قریش کی معاہدہ شکنی پر قرار واقعی گرفت فرمائیں۔ لیکن اس جگہ رسول اکرم ﷺ کا ایک اور اعلیٰ خلق ظاہر ہوتا ہے۔ آپؐ کوئی اہم کام مشورہ کے بغیر نہیں فرماتے تھے بلکہ ہمیشہ شاورھم فی الامر کے حکم پر عمل فرماتے۔ چنانچہ آپؐ نے اس موقعہ پر بھی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپؐ کی اپنی قوم ہے کیا اس پر حملہ کریں گے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے کہا کہ قریش کفر کی جڑ ہیں انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ دشمنی کی حد کر دی ہے اس بد عہدی پر ضرور گرفت ہونی چاہئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال عدل اور گہری بصیرت سے ان آراء کا جو تجزیہ فرمایا اس سے آپ ؐ کا اپنے ساتھیوں سے گہرا تعلق اور ان کا وسیع نفسیاتی مطالعہ ظاہر ہوتا ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا ابوبکرؓ تو ابراہیم علیہ السلام کی طرح بے حد نرم دل ہے اور عمرؓ نوح علیہ السلام کی طرح اللہ کی راہ میں چٹان کی طرح مضبوط۔ اور موقع کی مناسبت سے عمرؓ کی رائے زیادہ وزنی ہے۔ اس مشورے کے بعد حضور ؐ نے بصیغہ راز سفر جہاد کی تیاری شروع فرمادی۔

رازداری کی حکمت عملی اور تدبیرودعا:۔

راز داری کی حکمت عملی کا مقصد قریش مکہ کو تیاری کا موقع نہ دیکر انہیں کشت وخون سے بچانا تھا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے کمال حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے نواح مدینہ میں یہ پیغام بھجوایا کہ اس دفعہ کا رمضان مدینہ میں گزاریں اور اہل مدینہ کو سفر کی تیاری کی ہدایت فرمائی۔

لیکن یہ ظاہر نہ فرمایا کہ کہاں کا قصد ہے ایک لشکر جرار کی تیاری اور نقل وحرکت رازداری میں رکھنا بظاہر ایک ناممکن امر تھا۔ لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہر کٹھن مرحلہ کیلئے دعا اور تدبیر کو کام میں لاتے تھے۔ آپ ؐ نے اپنے رب کے حضور ؐ دعا کی اَللّٰھُمَّ خُذِ الْعُیُوْنَ وَالْاَخْبَارَ عن قریش کہ اے اللہ قریش کے جاسوسوں کو روک رکھ اور ہماری خبریں ان تک نہ پہنچیں اور تدبیر یہ فرمائی کہ مدینے سے مکے جانیوالے راستوں پر پہرے بٹھادیئے۔ (سیرت الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۸۵'۸۶)

سرولیم میور جیسا معاند بھی اس کمال رازداری کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکا۔ (لائف آف محمد صفحہ ۴۱۶'۴۱۷)

افشائے راز کا خطرہ:۔ لشکر اسلام کی اس خاموش تیاری کے دوران ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس سے مکے پر چڑھائی کا راز کھل جانے کا سخت خطرہ پیدا ہو گیا۔ ہوا یوں کہ ایک صحابی حاطب بن ابی بلتعہ نے مکے جانیوالی ایک عورت کے ذریعے قریش کو خط لکھ کر یہ اطلاع بھجوادی کہ آنحضرت ﷺ کا لشکر تیار ہے یہ معلوم نہیں کہاں کا قصد ہے مگر تم اپنا بچاؤ کر لو اور میرا مقصد اس خط سے تم پر ایک احسان کرنا ہے۔

ادھر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی رسول اللہ ﷺ کو اس مخبری کی اطلاع کر دی آپ ؐ نے گھوڑ سواروں کا ایک دستہ حضرت علیؓ کے ساتھ اس عورت کے تعاقب میں بھیجا اور وہ یہ خط واپس لے آئے۔ اب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطبؓ کو بلا کر پوچھا تم نے یہ کیا کیا؟ حاطبؓ نے سچ سچ کہہ دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں قریش میں سے نہیں ہوں مگر اس خط کے ذریعے میں قریش پر احسان کرنا چاہتا تھا تا کہ وہ مکے میں میرے گھر بار کی حفاظت کریں۔

حضرت عمرؓ اس مجلس میں موجود ہیں وہ کہتے ہیں۔

یا رسول اللہ ﷺ ! مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ مگر جانتے ہو وہ رحیم و کریم رسول ﷺ کیا جواب دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں نہیں نہیں حاطب سچ کہتا ہے اسے کچھ نہ کہو۔

حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس نے مومنوں کے ساتھ خیانت کی ہے مجھے اس کی گردن مارنے دیجئے۔

شفقت بے پایاں:۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف عمرؓ کی سختی پر تحمل سے کام لیا تو دوسری طرف حاطب کی معافی کا اعلان کر دیا اور فرمایا عمرؓ! تم جانتے نہیں یہ شخص جنگ بدر میں شامل ہوا تھا اور عرش کا خدا جو اصحاب بدر کے حالات سے خوب

واقف ہے ان کے حق میں فرماتا ہے اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَکُمُ الْجَنَّۃ کہ جو چاہو کرو تمہارے لئے جنت واجب ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بدریوں کے دلوں میں گناہ کی ایسی نفرت ڈال دی ہے کہ بالارادہ ان سے کوئی گناہ نہیں ہو سکتا۔ (بخاری کتاب المغازی)

اس رؤف و رحیم رسول ﷺ کی شفقت بے پایاں کا یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھ کر حضرت عمرؓ بے اختیار رونے لگے۔ ان کی حیرانی بجا تھی کہ اپنی زندگی کے اہم نازک ترین اور تاریخ ساز موڑ پر تو کوئی بھی فاتح اپنے مقصد کی راہ میں حائل ہونے والی کسی بھی روک کو قطعاً برداشت نہیں کیا کرتا۔ ایسے مواقع پر تو سابقہ خدمات کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی اور آئندہ خطرے سے بچنے کیلئے کم از کم احتیاط یہ سمجھی جاتی ہے کہ ایسے قومی مجرم کو زیر حراست رکھا جائے لیکن دیکھو اس دربار عفو و کرم کی شان تو دیکھو جس سے حاطب کے لئے بھی مکمل معافی کا اعلان جاری ہوا۔

قدوسیوں کا سفر:۔

جب لشکر تیار ہو گیا تو رمضان المبارک کے شروع میں ہی آنحضرت ﷺ اپنے سات ہزار خدام کے جلو میں مدینہ سے نکلے۔ جن میں ایک ہزار گھوڑ سوار، کچھ شتر سوار اور باقی پیدل تھے۔ اس خاموش اور مخفی پیش قدمی میں آپؐ مکے جانیوالے معروف راستوں سے ہٹ کر اس طرح جنوب کی سمت آگے بڑھے کہ آخری پڑاؤ تک لشکر اسلام کے کسی ایک سپاہی کو بھی علم نہ تھا کہ آپؐ حنین یا طائف جاتے ہیں یا مکے کا عزم ہے۔ راستے میں دوسرے مسلمان قبائل بھی شامل ہوتے گئے اور جب لشکر فاران کے جنگل میں داخل ہوا تو مسلمانوں کی تعداد دس ہزار ہو گئی۔ (سیرت الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۸۸، ۸۹)

اور اس طرح رسول اللہ ﷺ کے حق میں تورات میں حضرت موسیٰ

علیہ السلام کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہوگا۔

ایک شدید دشمن سے عفو:۔ جحفہ مقام پر رسول کریم ﷺ کا چچا (ابوسفیان) ابن حارث عفو کا طالب ہو کر آیا۔ یہ حضورؐ کے بچپن کا ہم عمر ساتھی تھا۔ مگر دعویٰ نبوت کے بعد آپؐ کا سخت دشمن ہوگیا۔ اور آپؐ کو بہت اذیتیں دیں اور کہا کہ میں تو اس وقت ایمان لاؤں گا جب میرے سامنے سیڑھی لگا کر آسمان پر جاؤ اور فرشتوں کے جلو میں کوئی صحیفہ اتار لاؤ جو اس پر گواہ ہوں۔ یہ آنحضور ﷺ کے خلاف بیس برس گندے اشعار بھی کہتا رہا۔ حضرتؓ ام سلمہؓ نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ان کی معافی کی سفارش کی پہلے تو حضور ﷺ نے اعراض کیا مگر جب ابن الحارث کا یہ پیغام پہنچا کہ وہ بھوکا پیاسا رہ کر اپنے آپؐ کو ہلاک کر ڈالے گا تو آپؐ کا دل بھر آیا اور اس سے اس کے بیٹے کو ملاقات کی اجازت دی اور انہیں معاف فرما دیا۔ اس موقع پر ابوسفیان بن حارث نے کچھ اشعار کہے ایک شعر یہ بھی تھا کہ ؎

هَدَانِيْ هَادٍ غَيْرُ نَفْسِيْ وَ نَالَنِيْ
مَعَ اللّٰهِ مَنْ طَرَدْتُ كُلَّ مُطَرَّدٍ

اللہ نے مجھے اس پاک وجود کے ذریعہ ہدایت نصیب فرمائی جسے میں نے دھتکار کر رد کر دیا تھا اور دشمنی میں اس کا پیچھا کیا تھا۔

رسول اکرم ﷺ نے اس کے سینے پر ہاتھ مارا اور بڑے درد سے فرمایا:۔ ”تم نے ہی مجھے دھتکارا تھا نا اور بچپن کی دوستی کا بھی خیال نہیں کیا تھا۔“ (ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۸۸۔۸۹)

حضور ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ جن کی ذمہ داری سقایہ الحاج یعنی

حاجیوں کو پانی پلانے پر تھی اور مسلمان ہونے کے باوجود بعض مصالح کے تحت ابھی تک حضورؐ کی اجازت سے مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے وہ بھی اس سفر میں جحفہ کے مقام پر حضور ﷺ سے آن ملے اور آپؐ کے ہم رکاب ہو گئے۔ حضورؐ نے اس موقع پر انہیں فرمایا کہ "آپؐ کی ہجرت آخری ہجرت ہے جس طرح میری نبوت آخری نبوت ہے۔" (سیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۹۰)

مر الظہران میں عشق و وفا کے نظارے:۔

الغرض منزل پر منزل طے کرتے ہوئے سفر کے آٹھویں دن دس ہزار قدوسیوں کا یہ لشکر مکہ سے صرف ایک دن کے فاصلے پر **مر الظہران** میں خیمہ زن ہوتا ہے اور رسول کریم ﷺ کی کمال حکمت عملی سے اہل مکہ کو اس کی کانوں کان خبر نہیں ہو پاتی۔ (سیرت الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۹۰)

کدید مقام تک حضور ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ سفر میں بھی رمضان کے روزے رکھتے رہے لیکن اس کے بعد آنحضور ﷺ نے محسوس فرمایا کہ بعض لوگ آپ کی پیروی کے شوق میں مشقت سفر کے باوجود روزے رکھتے چلے جا رہے ہیں۔ تو آپ نے **مر الظہران** میں عصر کے وقت صحابہؓ کو افطار کا حکم دیا۔ بلکہ تمام صحابہؓ کے سامنے پانی کا پیالہ منگوا کر پیا اور ان کی سہولت کی خاطر اپنے روزے کی قربانی دے کر بھی انہیں دین میں آسانی کا نمونہ دیا۔ اور اس کے بعد کے سفر میں روزہ نہیں رکھا۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوہ الفتح)

عالم جنگ کے ان ہنگامی حالات میں بھی **مر الظہران** کے جنگل نے آقا کی غلاموں کے ساتھ بے تکلفی کے ایسے پیارے نظارے دیکھے کہ آج کی مہذب دنیا سالار فوج کی اپنے سپاہیوں کے ساتھ ایسی بے تکلفی کا تصور ہی

نہیں کر سکتی۔

صحابہؓ کرام درختوں سے پیلو اتار کر کھانے لگے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کو پیار سے فرماتے دیکھو کالی کالی پیلو توڑنا وہ زیادہ میٹھی ہوتی ہیں۔" صحابہؓ نے عرض کی کہ حضور ﷺ آپ کو کیسے پتہ ہے کیا آپؐ نے بھی کبھی جنگل میں بکریاں چرائی ہیں؟ فرمایا "ہاں میں نے بکریاں بھی چرائی ہیں اور نبی بھی تو چرواہے ہی ہوتے ہیں۔"

حضرت عبد اللہؓ بن مسعود اپنے چھریرے بدن اور پتلی ٹانگوں کی وجہ سے پھرتی سے درختوں پر چڑھ جاتے اور پیلو اتار لاتے۔ بعض صحابہؓ ان کی دبلی پتلی ٹانگوں کا مذاق اڑانے لگے جب آپؐ نے دیکھا کہ مذاق استہزاء کا رنگ اختیار کرنے لگا ہے۔ تو اپنے اس صحابی کے لئے آپؐ کو غیرت آئی فرمایا اس کی سوکھی ہوئی ٹانگوں کو حقارت سے مت دیکھو اللہ کے نزدیک یہ بہت وزنی ہیں۔ عبداللہؓ بن مسعود پکی ہوئی کالی کالی پیلو اپنے آقا کی خدمت میں پیش کرتے۔ (طبقات ابن سعد جز ۳ صفحہ ۱۵۵)

اب دس ہزار سپاہ پر مشتمل لشکر اسلام حیرت انگیز تیزی سے منزلیں مارتا ہوا عین قریش کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ اور ان کو خبر تک نہ تھی۔ اس خاموش مخفی اور اچانک پیش قدمی کی جنگی حکمت عملی میں بھی رحمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پہلو غالب تھا کہ کس طرح انسانی جانیں ضائع ہونے سے بچ جائیں۔ حرم پاک کشت و خون سے محفوظ رہے اور قریش کو مزاحمت کیلئے تیاری جنگ کا کوئی موقع ملنے نہ پائے۔ اب جب کہ مکہ محض ایک منزل پر تھا۔ وقت آگیا کہ مکے پر لشکر اسلام کے اچانک چڑھ آنے سے قریش کو حیران و پریشان اور مبہوت و ششدر (Surprize) کر دیا جائے۔ سر ولیم میور بھی تسلیم کرتا ہے۔ کہ "فتح مکہ کا سفر اتنی برق رفتاری سے طے کیا گیا

کہ ساتویں یا آٹھویں روز اسلامی فوج کے دستے مکہ سے صرف ایک منزل کے فاصلہ پر **مرالظہران** پہنچ گئے۔" (لائف آف محمد صفحہ ۴۱۶)

چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خداداد فراست کو کام میں لاتے ہوئے جنگی حکمت عملی کا ایک حیرت انگیز منصوبہ بنایا آپؐ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ وہ مختلف ٹیلوں پر بکھر جائیں اور ہر شخص آگ کا ایک الاؤ روشن کرے اس طرح اس رات دس ہزار آگیں روشن ہو کر **مرالظہران** کے ٹیلوں پر ایک پر شکوہ اور ہیبت ناک منظر پیش کرنے لگیں۔ (بخاری کتاب المغازی غزوہ الفتح)

سر ولیم میور لکھتا ہے:۔

" **مرالظہران** میں دس ہزار آگیں روشن کرنے کا مقصد اہل مکہ میں یاس و ناامیدی پیدا کرنا تھا۔" (لائف آف محمد صفحہ ۱۴۷)

پھر لکھتا ہے کہ:۔

"ایک طرف ابوسفیان نے مکہ والوں کو جا کر اطلاع کی کہ محمد ہمارے سروں پر چڑھ آیا ہے اور ایسی فوج لایا ہے جس کا مقابلہ ممکن نہیں۔ دوسری طرف اہل مکہ کے لئے امان کے اعلان سے نتیجہ یہ نکلا کہ مکہ کسی قسم کے خون بہنے سے محفوظ ہو گیا۔"

(لائف آف محمد صفحہ ۴۱۹۔۴۲۰)

ابوسفیان کو معافی:۔

ادھر ابوسفیان اور اس کے ساتھی سردار رات کو شہر مکہ کی گشت پر نکلے تو یہ ان گنت روشنیاں دیکھ کر واقعی حیران و ششدر رہ گئے۔ ابوسفیان کہنے لگا خدا کی قسم میں نے آج تک اتنا بڑا لشکر اور آگیں نہیں دیکھیں۔ وہ ابھی یہ اندازے ہی لگا رہے تھے کہ اتنا بڑا لشکر کس قبیلے کا ہو سکتا ہے؟ کہ حضرت عمرؓ کی سرکردگی میں مسلمانوں کے گشتی دستے نے ان کو پکڑ لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

اس موقع پر حضرت عمرؓ نے دشمن اسلام ابوسفیان کو قتل کرنا چاہا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو اس کے لئے پہلے سے امن کا اعلان کر چکے تھے کہ ابوسفیان بن حرب کسی کو ملے تو اسے کچھ نہ کہا جائے۔ یہ گویا آپؐ کی طرف سے ابوسفیان کی ان مصالحانہ کوشش کا احترام تھا جو اس نے معاہدہ شکنی کے خوف سے مدینے آکر چالاکی سے کی تھیں اور ان کی کوئی قیمت نہ تھی۔ لیکن آپؐ کی رحمت بھی تو بہانے ڈھونڈھتی تھی۔ (ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۹۰)

صبح جب ابوسیفان دوبارہ آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا۔ "ابوسفیان! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم گواہی دو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔" تب ابوسفیان نے بے ساختہ یہ گواہی دی کہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان آپؐ نہایت حلیم، شریف اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ اگر خدا کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو وہ ضرور ہماری مدد کرتا۔ البتہ آپؐ کی رسالت کے قبول کرنے میں ابھی کچھ تامل ہے۔

حضرت عباسؓ کو جو ابوسفیان کو اپنی حفاظت میں لئے ہوئے تھے ارشاد رسول ہوا کہ جب اسلامی لشکر مکے کی جانب روانہ ہو تو ابوسفیان کو کسی بلند جگہ سے لشکر کی شان و شوکت کا نظارہ کرایا جائے۔ اور یوں یہ دنیا دار شخص شاید اس سے مرعوب ہو کر حق قبول کرلے۔ دس ہزار قدوسیوں کا لشکر چلا ہر امیر فوج جھنڈا بلند کئے اپنے دستہ سے آگے آگے تھا۔ جب سعد بن عبادہؓ انصار مدینہ کے سردار اپنے مسلح دستہ کو لیکر ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو جوش میں کہہ گئے۔ اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَلْحَمَۃِ آج جنگ و جدال کا دن ہے اَلْیَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْکَعْبَۃَ آج کعبہ کی عظمت قائم کرنے کا دن ہے۔

(بخاری کتاب المغازی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کمانڈر کو معزول کردیا کہ اس نے ایک ناروا

بات کہہ کر ابو سفیان کا دل دکھایا ہے۔ ہاں! اس دشمن ابو سفیان کا جو مفتوح ہو کر بھی آپ ؐ کی رسالت قبول کرنے میں متامل تھا۔ اے دنیا والو! دیکھو اس عظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوصلے کو دیکھو۔ کہ عین حالت جنگ میں جرنیلوں کی معزولی کے تمام خطروں سے آگاہ ہوتے ہوئے یہ فیصلہ سناتے ہیں کہ سعد سے اسلامی جھنڈا واپس لیا جائے۔ (ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۹)

اور ہاں اس محسن اعظم کے احسان پر بھی تو نظر کرو کہ غیرت اسلام کے جوش میں سرشار ایسا نعرہ بلند کرنے والے جرنیل سعدؓ کا بھی آپ ؐ کس قدر لحاظ رکھتے ہیں۔ اور ساتھ ہی دوسرا حکم یہ صادر فرماتے ہیں کہ سعد کی بجائے کمانڈر ان کے بیٹے قیس کو مقرر کیا جاتا ہے۔ (سیرت الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۹۰ تا ۹۵)

کیا جنگوں کی ہنگامہ خیزیوں میں بھی کبھی اپنے خدام کے جذبات کا ایسا خیال رکھا گیا ہے؟ نہیں نہیں یہ صرف اس رحمتہ العالمین کا ہی خلق عظیم تھا جو سزا میں بھی رحمت و شفقت اور احسان کا پہلو نکال لیتے تھے۔

عظمت اخلاق کا بلند ترین مینار:۔

حضرات! آپ ؐ فاتحین عالم کے اس دستور سے واقف ہوں گے جس کا نقشہ قرآن شریف میں یوں بیان ہے اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ (النمل:۳۵) کہ شہروں میں داخلے کے وقت آبادیوں کو ویران اور ان کے معزز مکینوں کو بے عزت اور ذلیل کر دیا جاتا ہے لیکن رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی عظیم ترین فتح کو بھی تو دیکھو جہاں آپ ؐ کی عظمت اخلاق کا سب سے بلند اور روشن ترین مینار ایستادہ ہے۔

جب دس ہزار قدوسیوں کا لشکر مکہ کے چاروں اطراف سے شہر میں داخل ہوا تو قتل و غارت کا بازار گرم ہوا نہ قتل عام کی گرم بازاری بلکہ امن و

سلامتی کے شہنشاہ کی طرف سے جو فرمان شاہی جاری ہوا وہ یہ تھا کہ آج مسجد حرام میں داخل ہونیوالے ہر شخص کو امان دی جاتی ہے۔ امان دی جاتی ہے ہر اس شخص کو جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے یا اپنے ہتھیار پھینک دے اپنا دروازہ بند کرلے اور ہاں جو شخص بلال حبشیؓ کے جھنڈے کے نیچے آ جائے اسے بھی امان دی جاتی ہے۔

(سیرت الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۹۷ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۹۰۔۹۱)

اس اعلان کے ذریعہ سے جہاں خانہ کعبہ کی حرمت قائم کی گئی وہاں دشمن اسلام ابوسفیان کی دلداری کا بھی کیسا خیال رکھا گیا یہی وہ اعلیٰ اخلاق تھے جن سے بالآخر ابوسفیان کا دل اسلام کیلئے جیت لیا گیا اور اسے نبی کریم ﷺ کی رسالت پر ایمان اور تالیف قلب نصیب ہوا۔ اس طرح آنحضرت ﷺ کا بلالؓ کے جھنڈے کو امن کا نشان قرار دینا علم النفس کے لحاظ سے آپؐ کے اخلاق فاضلہ کی زبردست مثال ہے' کوئی وقت تھا جب مکے کے لوگ بلال کو سخت اذیتیں دیا کرتے تھے اور مکے کی گلیاں بلالؓ کے لئے ظلم و تشدد کی آماجگاہ تھیں۔ رسول کریم ﷺ نے سوچا آج بلالؓ کا دل انتقام کی طرف مائل ہوتا ہوگا اس وفادار ساتھی کا انتقام لینا بھی ضروری ہے۔ لیکن ہمارا انتقام بھی اسلام کی شان کے مطابق ہونا چاہئے پس آپؐ نے گردنیں کاٹ کر بلالؓ کا انتقام نہیں لیا بلکہ بلالؓ جو کبھی مکے کی گلیوں میں ذلت اور اذیت کا نشان رہ چکا تھا آج نبی کریم ﷺ نے اسے اہل مکہ کے لئے امن کی علامت بنا دیا۔ بلال کے دشمنوں کو بھی معاف کر دیا اور بلالؓ کے جذبات کا بھی خیال رکھا۔

آج میں سوچتا ہوں وہ کیا عجیب منظر ہوگا جب بلالؓ یہ منادی کرتا ہوگا کہ اے مکہ والو! بلالی جھنڈے کے نیچے آجاؤ تمہیں امن دیا جائے گا اور یہ کتنا بڑا فخر ہے جو آنحضرت ﷺ نے اس غلام کو بخشا کہ اس پر ظلم کرنیوالے اس

کی پناہ میں آنے سے بخشے جائیں گے۔ یہ پاک نمونہ بلاشبہ شرف انسانی کے قیام کی زبردست علمی شہادت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے مکے میں داخل ہوتے وقت اپنے جرنیلوں کو بھی حکم دیا کہ کسی پر حملے میں پہل نہیں کرنی اور اس وقت تک جنگ شروع نہیں کرنی جب تک تم پر لڑائی مسلط نہ کر دی جائے۔ آپؐ خود مکے کی بالائی جانب اس مقام سے شہر میں داخل ہوئے جہاں حضرت ابو طالبؓ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قبریں ہیں اور یوں فتح کے موقع مصیبت کے زمانہ کے مددگاروں کو یاد رکھا اور اپنے کہنہ مشق جرنیل خالدؓ بن ولید کو مکے کی زیریں شمالی جانب سے داخلے کا ارشاد فرمایا جہاں عکرمہ بن ابی جہل اور اس کے ساتھیوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اس مزاحمت میں مسلمانوں کے دو آدمی شہید ہو گئے۔ (بخاری کتاب المغازی)

اور قریش کے جو آدمی مارے گئے ان کی تعداد دس سے اٹھائیس تک بیان کی جاتی ہے۔ اگر کفار کی طرف سے مزاحمت نہ ہوتی تو یہ خون بھی نہ بہتا۔

(سیرت الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۹۷-۹۸)

"سر ولیم میور نے بھی لکھا ہے کہ محمد نے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر کے مختلف راستوں سے شہر میں داخلہ کا حکم دیا اور سختی سے ہدایت کی کہ سوائے انتہائی مجبوری اور خود حفاظتی کے جنگ نہیں کرنی۔"

اس جگہ سر ولیم میور ہمارے آقا و مولا کی خداداد فراست و بصیرت اور قائدانہ صلاحیتوں کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکا وہ لکھتا ہے:۔

"مکہ میں داخلہ کے وقت اسلامی دستوں کی ترتیب بڑی دانشمندی سے اس طرح کی گئی تھی کہ اگر مکہ والے فوج کے کسی ایک حصہ پر بھی حملہ آور ہوتے تو دوسرا دستہ ان کی مدد کیلئے فوری طور پر پہنچ سکتا تھا۔

(لائف آف محمد صفحہ ۴۲۱)

اسی طرح خالدؓ بن ولید کے دستہ پر حملہ آور ہونے والے قریش مکہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:۔

"خالد کے دستہ سے مزاحمت کرنے کے لئے رسول کریم ﷺ کے خطرناک دشمن اور بنو خزاعہ پر شب خون مارنے والے تیار ہو کر دفاعی پوزیشن لے چکے تھے وہ سرداران قریش صفوان بن امیہ' سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل کی رہنمائی میں یہ سب کچھ کر رہے تھے۔ جونہی خالد کا دستہ سامنے آیا اس پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ خالد جوابی کارروائی کے لئے تیار تھے انہوں نے جلد ہی دشمن کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔" (لائف آف محمد صفحہ۴۲۱)

مگر اتنی بڑی فتح پر اتنے کم جانی نقصان ہو جانے کا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت افسوس تھا۔ (ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۹۲)

آپ نے اپنے جرنیل خالدؓ بن ولید کو بلا کر اس کی جواب طلبی فرمائی کہ حتی الامکان از خود حملہ نہ کرنے کی ہدایت کے باوجود پھر یہ خون کیوں ہوا اور جب آپؐ کو حقیقت حال کا علم ہوا تو ہمیشہ کی طرح یہ کہہ کر راضی برضا ہوئے کہ منشا الٰہی یہی تھا۔

(سیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۹۷)

فاتح اعظم کے شہر میں داخلے کا عجیب منظر:۔ ہمارے سید و مولا کے شہر میں داخل ہونے کا منظر بھی دیکھنے کے لائق تھا۔ شہر کا شہر اس عظیم فاتح کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے منتظر تھا اہل شہر سوچتے ہونگے کہ شاید فاتح مکہ آج فخر سے سر اونچا کئے شہر میں داخل ہو گا لیکن جب محمد مصطفیٰ ﷺ کی شاہی سواری آئی تو وہاں کچھ اور ہی منظر تھا۔

رب جلیل کا یہ پہلوان حفاظتی خود کے اوپر سیاہ رنگ کا عمامہ پہنے اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھا اور سرخ رنگ کی یمنی چادر پہلو پر تھی۔ سواری پر پیچھے اپنے وفادار غلام زیدؓ کے بیٹے اسامہ کو بٹھایا ہوا تھا۔ دائیں جانب ایک وفادار ساتھی حضرت ابوبکرؓ تھے اور بائیں جانب حضرت بلالؓ۔ (بخاری کتاب المغازی) اور اسید بن حضیر انصاری سردار تھے۔ فتح مکہ کے دن امن کے اعلان عام کی خاطر رسول خداؐ نے سفید جھنڈا لہرایا جب کہ بالعموم آپؐ کا جھنڈا سیاہ رنگ کا ہوا کرتا تھا۔

اس وقت آپؐ سورہ فتح کی آیات تلاوت فرما رہے تھے اور آپؐ کی سواری شہر کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جب وہ موڑ آیا جس سے مکے میں داخل ہوتے ہیں وہی موڑ جہاں آٹھ سال پہلے مکے سے نکلتے ہوئے آپؐ نے وطن عزیز پر آخری نگاہ کرتے ہوئے اسے اس طرح الوداع کہا تھا کہ:۔

"اے مکہ! تو میرا پیارا وطن تھا اگر تیری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں ہرگز نہ نکلتا۔"

سر ولیم میور لکھتا ہے کہ:۔

"خدشہ تھا کہ شاید اس جگہ نبی کریم کو مکہ میں داخلہ سے روکنے کیلئے مزاحمت ہو مگر اللہ کی شان کہ خدا کا رسول آج نہایت امن سے اپنے شہر میں داخل ہو رہا تھا۔" (لائف آف محمد صفحہ ۴۲۶)

اس وقت مفتوح قوم نے ایک عجیب نظارہ دیکھا کہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی فتح کے دن غرور اور تکبر کے کسی اظہار کی بجائے خدا کے وعدوں کو پورا ہوتے دیکھ کر اس عظیم فاتح کا سر عجز و انکسار اور شکر کے ساتھ جھک رہا تھا حتی کہ جھکتے جھکتے وہ اونٹ کے پالان کو چھونے لگا دراصل آپؐ سجدہ شکر بجا لا رہے تھے اور یہ فقرہ زبان پر تھا۔ اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃ کہ

اے اللہ! اصل زندگی تو آخرت کی ہے۔ دنیا کی فتوحات کی کیا حقیقت ہے۔

(ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۹۱)

اللہ اللہ! محمد مصطفیٰ ﷺ کی استقامت کتنی حیرت انگیز ہے اور آپؐ کی بے نفسی کا بھی کیا عجیب عالم ہے اپنی زندگی کے سب سے بڑے ابتلا پر جنگ احزاب میں بھی آپؐ یہی فقرہ دہراتے تھے۔ اللھم لا عیش الا عیش الاخرہ کہ یہ دکھ تو عارضی ہیں اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے اور اپنی زندگی کی عظیم ترین فتح کے موقع پر بھی آپؐ کمال شان استقامت سے وہی نعرہ بلند کرتے اللھم لا عیش الا عیش الاخرہ

سبحان اللہ! کیسا کوہ وقار انسان ہے کہ ابتلاء ہو یا فتح تنگی ہو یا آسائش اس کے قدم صدق میں کوئی لغزش نہیں آتی۔

آیئے! اس فقرہ کی سچائی جاننے کیلئے اس عظیم فاتح کے جشن فتح کا نظارہ کریں۔

فتح کے دن کی دعوت بے مثال:۔

دوپہر کا وقت ہوا چاہتا ہے کھانے کا وقت ہے فاتحین عالم کے جشن کے نظارے یاد کرتے ہوئے آؤ دیکھیں کہ یہ عظیم فاتح کیا جشن مناتا ہے؟ اور کیا لذیذ کھانے اڑائے جاتے ہیں؟ وہ مقدس وجود جس کی خاطر یہ کائنات بنائی گئی۔ جس کے طفیل ہم اس کے ادنیٰ غلام بھی قسما قسم کی نعمتوں سے حصہ پاتے ہیں آؤ اس کی عظیم ترین فتح کے دن دیکھیں تو سہی کہ کتنے جانوروں کے کاٹنے کا حکم ہوتا ہے؟ اور کیا پکوان پکائے جاتے ہیں؟

اللھم لا عیش الا عیش الاخرہ کہنے والے کے جشن فتح کا نظارہ کچھ اس طرح ہے۔ آپؐ اپنی چچازاد بہن ام ہانی کے گھر تشریف لے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں بہن کچھ کھانے کو ہے؟ بہن شرمندہ ہے کہ گھر میں فی الفور اس

شہہ دو عالم کیلئے چند خشک ٹکڑوں کے سوا کچھ نہیں۔ آپ ؐ فرماتے ہیں وہ ٹکڑے ہی لے تو آؤ پھر آپ ؐ پانی منگوا کر وہ خشک ٹکڑے بھگو لیتے ہیں۔ تھوڑا سا نمک اوپر ڈالتے ہیں اور پوچھتے ہیں کچھ سالن ہے؟ ام ہانی عرض کرتی ہیں سالن تو نہیں سرکے کی کچھ تلچھٹ پڑی ہے اور خدا کا پیارا رسول ﷺ وہ بچا کھچا سرکہ ان گیلے نمکین ٹکڑوں پر ڈال کر مزے مزے سے کھانے لگتا ہے اور ساتھ الحمد للہ الحمد للہ کہتے جاتے ہیں۔ یہ میرے آقا کا اپنی عظیم فتح کے دن کا کھانا ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۷۶)

ہم بسا اوقات اعلیٰ کھانے کھا کر بھی خدا کا شکر کرنا بھول جاتے ہیں۔ آؤ ہم اپنے آقا سے سبق سیکھیں۔ خدا کا وہ شکر گزار بندہ اس سادہ کھانے پر بھی خدا کا کتنا شکر ادا کرتا ہے۔ بہن سے فرماتے ہیں ام ہانی! سرکہ بھی کتنا اچھا سالن ہوتا ہے۔ اس واقعے سے رسول اللہ ﷺ کی قناعت بے نفسی اور مقام رضا کا بھی خوب اندازہ ہوتا ہے۔ آپ ؐ ہر حال میں خوش رہنا جانتے تھے اور یہی آپ ؐ کی خوشگوار زندگی کا راز تھا۔

بیت اللہ کی طرف روانگی:۔

اب ہمارے آقا اپنی اونٹنی قصواء پر سوار صحابہ ؓ کے جلو میں بیت اللہ شریف کی طرف روانہ ہوتے ہیں یہ وہی قصواء ہے جسے دو سال قبل حدیبیہ مقام پر مکے میں داخل ہونے سے روک دیا گیا تھا۔ ہاں! آپ ؐ خدا کے اسی گھر کا طواف کرنے آرہے تھے جس سے آٹھ سال تک آپ ؐ کو روکا گیا۔ اس وقت آپ ؐ کے جذبات کی کیا کیفیت ہوگی؟ اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جسے اس گھر سے روکا گیا ہو۔

پھر خود ہی بتاؤ کہ وہ جو اس گھر کا مقصود تھا۔ ہاں اس گھر کا دولہا جب قدوسیوں کی بارات لیکر اس پاک گھر کے طواف کے لئے آرہا ہوگا تو اس کے

جذبات میں کیا تلاطم ہو گا؟ خدائے واحد کا گھر جو ابراہیم خلیل اللہ نے ان دعاؤں کے ساتھ تعمیر کیا تھا۔ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (ابراہیم:۳۶) کہ خدایا مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے بچانا۔ اب اس گھر کو ۳۶۰ جھوٹے خداؤں نے گھیر رکھا تھا۔ لیکن ابراہیمی دعاؤں کی بدولت اس ظلم اور جھوٹ کے مٹنے کا وقت آچکا تھا اور خانہ کعبہ تشریف لا کر سب سے پہلے اس مقدس رسول نے خدا کے گھر کو بتوں سے پاک کیا۔

حق آیا اور باطل بھاگ گیا:۔

ابھی مکے میں داخلے کے وقت کمال انکساری کا ایک منظر آپ ؐ نے دیکھا تھا۔ جب اپنی ذات کا معاملہ تھا تو اس فخر انسانیت نے اپنا وجود کتنا مٹا دیا اور اپنا سر کتنا جھکا دیا تھا لیکن جب رب جلیل کی عظمت و وحدانیت کی غیرت کے اظہار کا وقت آیا تو اس نبیوں کے سردار ؐ نے ایک ایک بت کے پاس جا کر پوری قوت سے اس پر اپنی کمان ماری اور گراتے چلے گئے اور بڑے جلال سے یہ آیت پڑھتے تھے جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل:۸۲) کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا اور وہ ہے ہی مٹنے والا۔ (بخاری کتاب المغازی)

چند لمحوں میں ضرب مصطفوی سے لات و منات کے بت ریزہ ریزہ ہو گئے۔ عزیٰ ٹوٹ کر پارہ پارہ ہو گیا اور ھبل پاش پاش ہو کر بکھر گیا۔ آج تعمیر بیت اللہ کا مقصد پورا ہوا کہ اس میں صرف اور صرف خدائے واحد کی پرستش کی جائے یہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرادوں اور تمناؤں کے پورا ہونیکا دن تھا۔ یہ خدا کی بڑائی ظاہر کرنے اور عظمت قائم کرنے کا دن تھا۔

(ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۹۳)

اس کیفیت میں جب رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے پاس تشریف لائے اور حجر اسود کا بوسہ لیا تو وفور جذبات سے آپ ؐ نے باواز بلند اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ (بخاری کتاب المغازی)

صحابہ ؓ نے بھی جواب میں اللہ اکبر' اللہ اکبر کے نعرے لگائے اور اس زور سے لگائے کہ سرزمین مکہ نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھی مگر نعرے تھے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے تھے تب رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے صحابہ ؓ کو خاموش کرایا۔ (زرقانی جلد ۲ صفحہ ۳۳۴)

پس اے محمد مصطفیٰ ﷺ کے سچے غلامو! نبیوں کے اس سردار پر درود اور سلام بھیجو جس نے اپنی عظیم الشان فتح کے دن بھی اپنے نام کے نہیں خدائے واحد لاشریک کی عظمت کے نعرے بلند کئے۔

بیت اللہ میں عبادت

مگر یہ نعرہ ہائے تکبیر یا اونٹنی کے پالان پر سجدہ تشکر تو دراصل آپ ؐ کے قلبی جذبات کا ایک ادنیٰ سا علامتی اظہار تھا کہ توحید الٰہی اور اپنے مولیٰ کی کبریائی کی کتنی غیرت اور جوش آپ ؐ کے دل میں موجزن ہے۔ مگر کسے معلوم کہ ابھی تو کتنے ہی بے پناہ ان گنت بے قرار سجدے آپ ؐ کی پیشانی میں تڑپ رہے تھے کہ جو بیت اللہ کی زینت بننے والے تھے۔ انہی سجدوں سے آج بیت اللہ سجنے والا تھا۔ وہی پاکیزہ پر خلوص اور عاجزی سے بھرے ہوئے سجدے جن کی خاطر یہ پہلا گھر بنایا گیا اور جن کی بیت اللہ کو بھی انتظار ہوگی۔ اب ان سجدوں کی ادائیگی کا وقت آچکا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے بیت اللہ میں آکر پہلا کام یہی کیا کہ اس کے اندر تشریف لے گئے اور بطور شکرانہ فتح نفل نماز ادا کی۔ اس وقت حضرت اسامہ ؓ اور حضرت بلال ؓ آپ ؐ کے ساتھ تھے اور کافی دیر خانہ کعبہ میں عبادت کرتے رہے۔ (بخاری کتاب المغازی)

پہلے آپ ؐ نے دو ستونوں کے درمیان دو نفل ادا فرمائے اور باہر تشریف لا کر بیت اللہ کے اندر کے دروازے اور حجر اسود کے درمیان دو نفل ادا کئے پھر اندر تشریف لے گئے اور کافی دیر کھڑے دعا کرتے رہے حتی کہ خانہ کعبہ کے ہر کونے میں کھڑے ہو کر آپ ؐ نے دعا کی۔

(سیرت الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۱)

حضرت ابو بکرؓ سے تعلق وفا:۔

نماز کی ادائیگی کے بعد صحن کعبہ میں تشریف فرما ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ اپنے نابینا بوڑھے باپ ابو قحافہ کو ہمراہ لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم ﷺ کا اپنے رفقاء سے سلوک احسان اور کمال عجز و انکسار ملاحظہ ہو۔ اپنے دیرینہ جانی رفیق حضرت ابو بکرؓ کے والد جو ابھی مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے کو دیکھ کر فرمانے لگے۔ "اپنے بزرگ اور بوڑھے باپ کو آپ گھر میں ہی رہنے دیتے اور مجھے موقع دیتے کہ میں خود ان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔" حضرت ابو بکرؓ اس شفقت پر وارے جاتے ہیں کمال ادب سے عرض کیا اے خدا کے رسول ﷺ! ان کا زیادہ حق بنتا تھا کہ چل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں بجائے اس کے کہ حضور ؐ بنفس نفیس تشریف لے جاتے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے سامنے بٹھا کر ابو قحافہ کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمانے لگے کہ اب اسلام قبول کر لیجئے۔ ان کا دل تو محبت بھری باتوں سے آپ ؐ پہلے ہی جیت چکے تھے۔ ابو قحافہ کو انکار کا یارا کہاں تھا انہوں نے فوراً سر تسلیم خم کیا۔ اور حضور ﷺ پھر ان سے دل لگی کی باتیں کرنے لگے ان کے بالوں میں سفیدی دیکھی تو فرمایا کہ خضاب وغیرہ لگا کر ان کے بالوں کا رنگ تو بدلو۔ (ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۹۱)

دلوں کی فتح :-

وہ رحمت العالمین اہل مکہ کیلئے امان کا اعلان کرتے ہوئے خانہ کعبہ پہنچتے ہیں اور بعض بدبخت یہ منصوبے بنا رہے ہیں کہ اگر آج اس عظیم فاتح کو قتل کر دیا جائے تو مسلمانوں کی فتح کو شکست میں بدلا جا سکتا ہے۔ طواف کے وقت ایک شخص فضالہ بن عمیر آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کے ارادہ سے آپؐ کے قریب آیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس کے ناپاک منصوبے کی اطلاع کر دی۔ آپؐ نے نام لے کر بلایا تو وہ گھبرا گیا۔ آپؐ نے پوچھا کس ارادہ سے آئے ہو؟ تو وہ جھوٹ بول گیا۔ آپؐ مسکرائے اور اسے اپنے قریب کر کے پیار سے اس کے سینے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ فضالہ بعد میں کہا کرتا تھا کہ جب آنحضرت ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا تو میری تمام نفرت دور ہو گئی اور مجھے ایسے لگا کہ دنیا میں سب سے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ فضالہ نے اس حسن سلوک سے متاثر ہو کر اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ یہ تھی دلوں کی فتح جو ہمارے آقا و مولا کو فتح مکہ کے دن حاصل ہوئی۔ (زرقانی جلد ۲ صفحہ ۳۴۳)

عثمان بن طلحہ سے انتقام :-

طواف کے بعد آنحضرت ﷺ نے کلید بردار کعبہ عثمان بن طلحہ سے بیت اللہ کی چابیاں منگوائیں۔ جب حضورؐ مکے میں تھے تو سوموار اور جمعرات کے دن خانہ کعبہ کا دروازہ کھولا جاتا تھا اور لوگ اندر جاتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ اندر جانے لگے تو اسی عثمان نے اس پاک رسول کو خدا کے اس گھر میں داخل ہونے سے روک دیا جس کے لئے یہ گھر بنایا گیا تھا۔ رسول خدا ﷺ نے اس وقت عثمان کو کہا اس خانہ خدا کی چابیاں ایک دن میرے پاس آئیں گی اور پھر جسے میں چاہوں گا دوں گا اور آج وہ دن آچکا تھا اور عثمان بن طلحہ لرزتے ہوئے ہاتھوں سے چابیاں خدا کے رسول ﷺ کو

پیش کر رہا تھا۔ (بخاری کتاب المغازی)

اب دنیا منتظر تھی کہ عثمان بن طلحہ سے بطور انتقام چابیاں واپس لے لی جائیں گی اور کسی اور کے سپرد ہونگی۔ حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض بھی کر چکے تھے کہ آج سے کعبہ کی دربانی کی خدمت بنو ہاشم کو عطا کی جائے ادھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں نماز پڑھ کر باہر تشریف لائے تو عثمان بن طلحہ سے ایک عجیب تاریخ ساز انتقام لیا۔ آپ نے چابیاں اس کے حوالے کردیں اور فرمایا آج کا دن احسان اور وفا کا دن ہے اور اے عثمان میں یہ چابیاں ہمیشہ کیلئے تمہیں اور تمہارے خاندان کے حوالے کرتا ہوں اور کوئی بھی تم سے یہ چابیاں واپس نہیں لے گا سوائے ظالم کے۔ یہ احسان دیکھ کر مشرک عثمان بن طلحہ کا سر جھک گیا اور اس کا دل محمد مصطفیٰ کے قدموں میں تھا اس نے اسی وقت اعلان کیا میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبو نہیں اور بے شک محمد اس کا رسول ہے۔

(سیرۃ الحلبیہ، مجمع الزوائد جلد۶ صفحہ ۱۷۷، ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۹۲ تا ۹۴)

یہ تھا انتقام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کتنا حسین ہے یہ انتقام!! کوئی ہے جو اس کی نظیر پیش کرے؟

تاریخی خطبہ :۔

حضور ﷺ طواف سے فارغ ہو کر جب باب کعبہ کے پاس تشریف لائے تو آپؐ کے تمام جانی دشمن آپؐ کے سامنے تھے۔ آپؐ نے اس جگہ وہ عظیم الشان تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اپنے خونی دشمنوں کے لئے معافی کا اعلان تھا۔ مساوات انسانی کا اعلان تھا کسی غرور کی بجائے فخر و مباہات کالعدم کرنیکا اعلان تھا۔ الغرض یہ معرکہ آراء خطبہ بھی دراصل آپؐ کے خلق عظیم کا زبردست شاہکار ہے۔

آپؐ نے فرمایا:۔

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ نَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ اے لوگوں! خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے فتح کے جو وعدے اس عاجز بندے سے کئے تھے وہ آج پورے کر دکھائے ہیں اور اس خدائے وحدہ لاشریک نے اپنے اس کمزور بندے کی مدد کر کے اس کے مقابل پر تمام جتھوں کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔ آج تمام گذشتہ ترجیحات اور مفاخر اور تمام انتقام اور خون بہا میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ میں ان سب کو کالعدم قرار دیتا ہوں۔ اے قوم قریش! اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کا غرور اور نام و نسب کی بڑائی ختم کر دی ہے۔ تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنا تھا۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کہ اے لوگو! میں نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ آپؐ اس میں ایک دوسرے کی پہچان کرو۔ یقیناً خدا کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ اے مکے والو! اب تم خود ہی بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں۔ یہاں اک ذرا ٹھہریئے اور دیکھئے آپؐ کن لوگوں سے مخاطب تھے؟ ان خون کے پیاسوں سے جن کے ہاتھ گزشتہ بیس سال سے مسلمانوں کے خون سے آلودہ تھے۔ ہاں! مسلمان غلاموں کو مکہ کی گلیوں میں گھسیٹنے والے، مسلمان عورتوں کو بیدردی سے ہلاک کرنے والے، مسلمانوں کو اپنے گھروں سے نکالنے والے اور خود ہمارے آقا و مولا کو تین سال تک ایک گھاٹی میں قید کر کے اذیتیں دینے والے! لیکن جب ان سے

پوچھا جاتا ہے کہ تمہیں کس سلوک کی توقع ہے تو وہ کہتے ہیں۔ "آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں مگر آپؐ جیسے کریم انسان سے ہمیں نیک سلوک کی ہی امید ہے اس سلوک کی جو حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔"

سچا عفو:۔ حضرات! لوگ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داخلہ کو فتح قرار دیتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی فتح آپؐ کے خلق عظیم کی فتح تھی جس کا دشمن بھی اعتراف کر رہا تھا کہ اب تک جس وجود سے صرف اور صرف رحمت ہی ظاہر ہوئی آج بھی اس سے رحمت کی امید کیوں نہ رکھیں؟

لیکن رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی توقعات سے کہیں بڑھ کر ان سے حسن سلوک کیا۔ آپؐ نے فرمایا اِذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ لَاتَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُاللّٰهُ لَكُمْ کہ جاؤ تم سب آزاد ہو اور صرف میں خود تمہیں معاف نہیں کرتا ہوں بلکہ اپنے رب سے تمہارے لئے عفو کا طلب گار ہوں۔ (ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۹۴)

یہ وہ سچا عفو تھا جس کے چشمے میرے آقا کے دل سے پھوٹے اور مبارک ہونٹوں سے جاری ہوئے۔ اس رحمت عام اور عفو تام کو دیکھ کر دنیا انگشت بدنداں ہے۔ مستشرقین بھی اس حیرت انگیز معافی کو دیکھ کر اپنا سر جھکا لیتے ہیں اور اس عظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ بطور نمونہ مشہور مستشرق سٹین لے لین پول کا فتح مکہ کے بارہ میں تاثر بیان کرتا ہوں وہ لکھتا ہے۔

"اب وقت تھا کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خونخوار فطرت کا اظہار کرتے۔ آپؐ کے قدیم ایذاء دہندے آپؐ کے قدموں میں آن پڑے ہیں۔ کیا آپؐ

اس وقت بے رحمی اور بیدردی سے ان کو پامال کریں گے؟ سخت عذاب میں گرفتار کریں گے یا ان سے انتقام لیں گے؟؟ یہ وقت اس شخص کے اپنے اصلی روپ میں ظاہر ہونے کا ہے۔ اس وقت ہم ایسے مظالم کے پیش آنے کی توقع کر سکتے ہیں جن کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور جن کا خیال کر کے اگر ہم پہلے سے نفرین و ملامت کا شور مچائیں تو بجا ہے؟ مگر یہ کیا ماجرا ہے؟ کیا بازاروں میں کوئی خونریزی نہیں ہوئی؟ ہزاروں مقتولوں کی لاشیں کہاں ہیں؟ واقعات سخت بیدرد ہوتے ہیں (کسی کی رعایت نہیں کرتے) اور یہ ایک واقعی بات ہے کہ جس دن محمد (ﷺ) کو اپنے دشمنوں پر فتح حاصل ہوئی وہی دن آپ ؐ کی اپنے نفس پر فتح حاصل کرنے کا دن تھا۔ قریش نے سال ہا سال تک جو کچھ رنج اور صدمے دیئے تھے اور بے رحمانہ تحقیر و تذلیل کی مصیبت آپ ؐ پر ڈالی تھی۔ آپ ؐ نے کشادہ دلی کے ساتھ ان تمام باتوں سے درگذر کی اور مکہ کے تمام باشندوں کو ایک عام معافی نامہ دے دیا۔" (انتخاب قرآن)

لیا ظلم کا عفو سے انتقام

علیک الصلوہ علیک السلام

مکہ میں قیام کیلئے جگہ کا انتخاب:۔ اب نبی کریم ﷺ مکہ کے بادشاہ ہیں سرزمین مکہ کا سب کچھ آپ ؐ کی ملکیت اور قبضہ و اقتدار میں آچکا ہے ایسے میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ آپ ؐ قیام کہاں پسند فرمائیں گے؟ حضرت اسامہ ؓ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ؐ اپنے آبائی گھر میں ٹھہریں گے (جہاں بچپن اور جوانی کی یادیں وابستہ ہیں) تو فرمانے لگے ہمارے چچا زاد عقیل بن ابی طالب

نے کہاں وہ گھر ہمارے لئے باقی چھوڑے ہیں وہ تو کب کے فروخت کر کے کھا چکے۔ (بخاری کتاب المغازی)

فتح کے نشہ میں سرشار کوئی فاتح اقتدار پاکر بھی ایسا جواب دیا کرتا ہے۔ ہرگز نہیں یہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اخلاق فاضلہ کی ہی شان ہے جو ہر جگہ نرالی نظر آتی ہے۔ آپؐ نے اپنے قیام کے لئے کوئی جگہ پسند بھی فرمائی تو حجون کا مقام۔ جس سے آپؐ کی زمانہ مظلومیت کی یادیں وابستہ تھیں۔ وہی مقام جہاں آپؐ کے خاندان بنی ہاشم کے خلاف قریش نے قطع تعلق (بائیکاٹ) کرنے پر حلف اٹھا کر فیصلے کئے تھے۔ چنانچہ اسی مقام پر حضور ﷺ کا خیمہ نصب کیا گیا اور یہیں آپؐ نے پڑاؤ فرمایا کہ یہ خاندان بنی ہاشم کی جگہ تھی گویا آپؐ کے مکہ والوں سے کوئی مال غنیمت لینے کا تو کیا ذکر پڑاؤ بھی اپنی جگہ پر کرنا پسند فرمایا۔ (بخاری کتاب المغازی)

ہرچند کہ یہ مقام مکے سے ایک جانب واقع تھا اور مسجد الحرام سے فاصلہ پر تھا۔ مگر نبی کریم مکہ میں سہ روزہ مختصر قیام کے دوران حجون سے نمازوں کی ادائیگی کے لئے بیت اللہ تشریف لاتے رہے۔

(سیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۹۸۔۹۹)

فتح کا نقارہ:۔ فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ نے مکہ کی گھاٹیوں اور فضاؤں میں توحید خالق کے نعرے بلند کرنے کیلئے بھی اسی شخص کو چنا جس نے مظلومیت کے زمانہ میں دکھ اٹھا کر اور ماریں کھا کر بھی احد احد کی صدا بلند کی تھی اور یہ ایک اور خوبصورت انتقام تھا جو بلالؓ کی خاطر لیا گیا۔ فتح کے روز حضرت بلالؓ حبشی کو حکم ہوا کہ ظہر کی نماز کی اذان خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر دیں۔ وہ کیا عجیب نظارہ ہو گا جب حضرت بلالؓ کی اذان کی آواز مکہ کی فضاؤں میں گونج رہی ہو گی ہاں ان گلیوں اور کوچوں میں بھی جہاں بلال نے ندائے توحید بلند کرتے ہوئے قدم قدم پر قربانیاں دی ہوئی تھیں۔ کعبہ میں حضرت بلالؓ کی آواز سن کر قریش کے سردار عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام سخت برافروختہ ہوئے اور عتاب کہنے لگا شکر ہے میرے باپ اسید کو آج کے دن کی ذلت دیکھنے سے پہلے موت آ گئی۔ کیا اس کالے کوے کے سوا محمدؐ کو اذان دینے کیلئے اور کوئی نہ ملا۔ خدا کی قسم یہ ایک عظیم حادثہ ہے۔ بنی جمح کا ایک غلام خانہ کعبہ پر چڑھ کر اذان کہتا ہے۔ ابو سفیان کہنے لگا میں تو کچھ نہیں کہتا ورنہ یہ سنگ ریزے ہی محمد کو اس کی خبر کر دیں گے۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ ان سرداران قریش کے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ جو باتیں تم کر رہے تھے مجھے اس کا علم عطا کیا گیا ہے مگر پھر بھی ان پر کوئی گرفت نہ فرمائی۔ وہ سردار حیران و ششدر یہ کہہ اٹھے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ خدا کے رسول ہیں کیونکہ ان باتوں کے وقت کوئی ہمارے پاس موجود نہ تھا۔ پس رسول اللہ ﷺ کا یہ احسان اور بلالؓ کی اذان آج ان سرداران کے قبول اسلام کا موجب بن گئے جو کل تک بلالؓ کی زبان سے کلمہ توحید سننے کے بھی روادار نہ تھے۔

بلال کی اذان نے امراء قریش کے دلوں میں یوں ہلچل مچائی تھی تو دوسری طرف عوام الناس میں سے کچھ لوگ غصے اور استہزاء سے بلال کی اذان کی نقلیں اتارنے لگے۔ ان میں ایک نوجوان ابو محذورہ بھی تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر ان کو آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا انہیں اندیشہ تھا کہ توحید و رسالت سے اس استہزاء کے جرم میں انہیں کسی سخت سزا کا سامنا کرنا ہوگا مگر یہاں تو عجیب نظارہ تھا جب یہ مجرم سر جھکائے حاضر ہوئے تو نبی کریمؐ نے ابو محذورہ کی پیشانی اور سینے پر ہاتھ پھیرا وہ کہتے ہیں میرا دل جیسے ایمان اور یقین سے بھر گیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اسے اذان سکھائی اور مکہ کا موذن مقرر فرما دیا۔ یوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ اور شفقت و احسان کے نتیجہ میں ایک اور روح کو نجات ملی۔

(سیرت الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۱۶۔۱۱۷)

حرم بیت اللہ کی حرمت کا قیام:۔ احکام الٰہی کی حرمت کے ساتھ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر حرم کا احترام و تقدس بھی بحال کیا۔ جو آپؐ کی بعثت کا ایک اہم مقصد تھا۔ فتح مکہ کے دوسرے دن بنو خزاعہ نے بنو ہذیل کے ایک مشرک کو حرم میں قتل کر دیا۔ آپؐ اس پر سخت ناراض ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ تھا۔

"اے لوگو! یاد رکھو اس حرم کی عزت کو کسی انسان نے نہیں خدا نے قائم کیا ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ خدا نے اصحاب الفیل کے حملہ سے اپنے اس گھر کو بچایا تھا اور مسلمانوں کو اس پر مسلط کر دیا ہے۔ کسی شخص کیلئے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے جائز نہیں کہ وہ اس میں خونریزی وغیرہ کرے۔ یہ حرم مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال

نہیں ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا۔ میرے لئے صرف اسی وقت اور اسی لمحے لوگوں پر خدا کے غضب کے سبب حلال ہوا ہے اور اب پھر اس کی حرمت بدستور برقرار رہے گی۔ تم میں سے جو لوگ حاضر ہیں وہ غیر حاضر لوگوں تک یہ بات پہنچا دیں جو شخص تم سے کہے کہ اللہ کے رسول نے مکہ میں جنگ کی ہے تو یاد رکھو اللہ نے اسے اپنے رسول کے لئے حلال کر دیا تھا لیکن (اے بنی خزاعہ) تمہارے لئے حلال نہیں کیا۔ اور مجھے بھی صرف ایک گھڑی کیلئے یہ اجازت دی گئی تھی۔" (بخاری کتاب المغازی)

اس کے بعد آپؐ نے بنو خزاعہ کے قاتلوں کو قصاص دینے یا خون بہا قبول کرنے کا پابند کیا اور یوں عملاً عدل و انصاف کو قائم فرمایا۔

انصار مدینہ سے وفا اور دلداری:۔ جب مکہ کی عظیم الشان فتح سے خدا کا رسولؐ اور جماعت مومنین خوش ہو رہے تھے عین اس وقت ایک عجیب جذباتی نظارہ دیکھنے میں آیا۔ ہوا یوں کہ کچھ عشاق رسولؐ انصار مدینہ کے دلوں میں یہ وسوسے جنم لے رہے تھے اور ان کے دل اس وہم سے بیٹھے جا رہے تھے کہ ہمارے آقا و رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی فتح کے بعد کہیں اپنے اس وطن مالوف میں ہی مستقل قیام نہ فرمالیں۔ جب یہ وساوس قلب و دماغ سے نکل کر زبانوں پر آنے لگے کہ نبی کریم ﷺ نے اہل مکہ سے جس محبت و رافت کا سلوک فرمایا ہے اس سے وطن کے ساتھ آپ کی محبت بھی ظاہر ہے اگر یہ محبت غالب آگئی اور آپ یہیں رہ گئے تو ہمارا کیا ٹھکانہ ہوگا۔ کہتے ہیں عشق است ہزار بدگمانی۔ دراصل یہ وسوسے انصار مدینہ کے عشق صادق کے آئینہ دار تھے۔ کمزوری اور مظلومی کے زمانہ کے ان ساتھیوں کے ٹوٹے دلوں

کی ڈھارس بھی ضروری تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی انصار کی ان قلبی کیفیات سے اطلاع فرمائی۔ آپ نے انصار مدینہ کا ایک الگ اجتماع کوہ صفا پر طلب فرمایا اور ان سے مخاطب ہوئے کہ کیا تم لوگ یہ باتیں کر رہے ہو کہ محمد پر اپنے وطن اور قبیلے کی محبت غالب آگئی ہے؟ انصار نے سچ سچ اپنے خدشات بلکہ کم و کاست عرض کر دیئے۔ تب خدا کے رسولؐ نے انہیں اطمینان دلاتے ہوئے بڑے جلال سے فرمایا کہ اگر میں ایسا کروں تو دنیا مجھے کیا نام دے گی؟ میں پوچھتا ہوں مجھے بتاؤ تو سہی کہ بھلا دنیا مجھے کسی اچھے نام سے یاد کرے گی؟ اور میرا نام تو محمد ہے یعنی ہمیشہ کیلئے تعریف کیا گیا۔ تم مجھے کبھی بے وفا نہیں پاؤ گے۔ بے شک میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ وطن جو میں نے خدا کی خاطر چھوڑا تھا اب میں لوٹ کر کبھی اس میں واپس نہیں آسکتا ہوں۔ میں تمہارا جیون مرن کا ساتھی بن چکا ہوں۔ میرے یہاں رہ جانے کا کیا سوال؟ اب تو مجھے سوائے موت کے کوئی اور چیز تم جیسے وفاداروں اور پیاروں سے جدا نہیں کر سکتی۔

تب انصار مدینہ جو جذبات عشق سے مغلوب ہر کران وساوس میں مبتلا ہوئے تھے سخت نادم اور افسردہ ہوئے کہ ہم نے ناحق اپنے آقا کی وفا کے بارے میں بدظنی سے کام لیا اور آپ کا دل دکھایا۔ پھر کیا تھا وہ ڈھائیں مار مار کر رونے لگے اور روتے روتے ان کی ہچکیاں بندھ گئیں اور انہوں نے عرض کیا کہ خدا کی قسم! ہم نے جو یہ بات کی تو محض خدا اور اس کے رسولؐ کے ساتھ پیار کی وجہ سے کی تھی کہ اس سے جدائی ہمیں گوارا نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان وفادار ساتھیوں کو دلاسا دیا اور فرمایا اللہ اور رسول تمہارے اس عذر کو قبول کرتے ہیں اور تمہیں مخلص اور سچا قرار دیتے ہیں۔ (مسلم کتاب الجہاد باب فتح مکہ)

اے محمدؐ! اے ہمارے آقا! بے شک آپ کا نام بھی محمدؐ تھا اور کام بھی محمدؐ تھے۔

محمد ہی نام اور محمد ہی کام
علیک الصلوہ علیک السلام

عفو عام اور رحمت تام کا روشن مینار :۔ فاتحین عالم کی فتوحات کی یادیں ان کی ہلاکت خیزیوں اور کھوپڑیوں سے تعمیر کئے جانیوالے میناروں سے وابستہ ہوتی ہیں مگر ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح تو آپؐ کے عفو عام اور رحمت تام کا وہ روشن مینار ہے جس کی کل عالم میں کوئی نظیر نہیں۔ سوائے چند مجرموں کے جو اپنے جرائم کی بنا پر واجب القتل تھے۔ نبی کریم ﷺ کے دربار سے عام معافی کا اعلان دراصل آپؐ کی وہ اخلاقی فتح تھی جس نے آپؐ کے اہل وطن کے دل جیت لئے۔ ان دس واجب القتل مجرموں میں سے بھی صرف چار اپنے جرائم پر اصرار کرنے اور معافی نہ مانگنے کی وجہ سے مارے گئے ورنہ اس دربار سے تو عفو کا کوئی بھی سوالی خالی ہاتھ لوٹا نہ معافی سے محروم ہوا۔

پہلا مجرم :۔ ان مجرموں سے ایک بدبخت عبداللہ بن خطل تھا۔ جس کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا۔ مسلمان ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور اسے زکوٰۃ وصول کرنے پر مامور فرمایا اور ایک انصاری کو بطور خدمت گار ساتھ روانہ کیا۔ ایک منزل پر قیام کے دوران محض بروقت کھانا تیار نہ کرنے پر اس انصاری نوجوان کو قتل کر ڈالا۔ اس قتل ناحق کے باعث وہ سزائے موت کا مستحق تو قرار پا ہی چکا تھا لیکن اس پر مستزاد یہ کہ اس قتل کے بعد مرتد ہو کر مشرکین مکہ سے جا ملا اور اسلام

اور بانی اسلام کے خلاف ایک محاذ کھول لیا یہ خود شاعر تھا۔ نبی کریم ﷺ کے خلاف گندے اور فحش اشعار کہتا۔ مجالس میں ترنم سے پڑھوا تا تھا۔

فتح مکہ کے موقع پر بھی ابن خطل معافی کا خواستگار ہونے کے بجائے زرہ بند اور مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہوا اور قسمیں کھا کھا کر یہ اعلان کرتا پھرا کہ محمد کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔ پھر جب حضور ﷺ مکہ میں داخل ہو گئے تو بھی بجائے آپ ؐ کے دربار عفو میں حاضر ہونے کے خانہ کعبہ کے پردوں سے جا کر لپٹ گیا تا اس حیلہ سے جان بچالے۔ چنانچہ حسب فیصلہ یہ قتل ہو کر کیفر کردار کو پہنچا۔ (سیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۵ و بخاری کتاب المغازی)

دوسری مجرم:۔ ابن خطل کی دو مغنیہ (گانے والی عورتیں) تھیں جو اعلانیہ اس کی کہی ہوئی ہجو گایا کرتیں اور اشاعت فاحشہ کی مرتکب ہوتیں۔ اس لئے اس کے ساتھ اس کی دونوں مغنیات بھی سزائے موت کی سزاوار قرار پائیں۔

ان دونوں میں سے ایک تو قتل ہو گئی۔ دوسری سارہ نامی کہیں بھاگ گئی اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے لئے معافی و امان طلب کی گئی تو آپ نے اسے بھی معاف فرما دیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔

(سیرت الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۷)

تیسرا مجرم:۔ تیسرا شخص حویرث بن نقیذ بن وھب تھا جو نبی کریم ؐ کا جانی دشمن تھا اور مکے میں آپ ؐ کو سخت ایذائیں دیتا اور آپ ؐ کے خلاف سخت بکواس کرتا اور ہجو کہتا تھا مگر اس کا اصل جرم جسکی بناء پر یہ واجب القتل ٹھہرا نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی پر قاتلانہ حملہ تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مدینہ کے بعد جب آپ ؐ کے چچا حضرت عباس ؓ

نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو مکہ سے مدینہ بھجوانے کیلئے اونٹ پر سوار کروا کے روانہ کیا تو اس بدبخت نے چھپ کر قاتلانہ حملہ کر کے ان کو اونٹ سے گرا دیا۔ حضرت علیؓ نے اسے فتح مکہ کے موقع پر حسب فیصلہ اس کے جرائم کی پاداش میں قتل کیا۔ (سیرت الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۵)

چوتھا مجرم:۔ چوتھا شخص مقیس بن ضبابہ تھا اسے اس لئے واجب القتل قرار دیا گیا تھا کہ اس نے مدینہ میں ایک انصاری کو قتل کیا تھا جس کے بعد وہ مرتد ہو کر قریش سے جاملا۔ (ابن ہشام جز ۴ صفحہ ۹۲)

دراصل مقیس نے مسلمان ہوا اور اپنے بھائی ہشام بن ضبابہ کی دیت کا تقاضا کیا جسے ایک انصاری نے غزوہ قرد میں دشمن کا آدمی سمجھ کر غلطی سے قتل کر دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بھائی کی دیت اسے ادا فرمائی۔ دیت وصول کر لینے کے بعد اس نے پھر اس انصاری کو قتل کیا اور مرتد ہو کر دشمن اسلام اہل مکہ سے جاملا۔ اسے بھی انصاری کے قتل کے قصاص میں فتح مکہ کے موقع پر قتل کیا گیا۔ (سیرت الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۵۔۱۰۶)

ان چار مجرموں کے علاوہ باقی تمام وہ مجرم جو واجب القتل قرار دیئے گئے جب معافی کے طالب ہوئے اور امان چاہی تو رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف فرما دیا۔

ایک مرتد کی معافی:۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بھی انہی لوگوں میں سے تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کاتب وحی تھا۔ اس نے کلام الٰہی میں تحریف اور خیانت کے جرم کا ارتکاب کیا جب اس کی یہ چوری پکڑی گئی تو بغاوت اور ارتداد اختیار کرتے ہوئے مسلمانوں

کے حریف قریش مکہ سے جا ملا اور وہاں جا کر اس جھوٹے الزام کی کھلم کھلا اشاعت کی کہ جو میں کہتا تھا اس کے مطابق وحی بنا کر لکھ لی جاتی تھی۔ اسکی محاربانہ سرگرمیوں کے باعث اسے واجب القتل قرار دیا گیا۔ اور بعض مسلمانوں نے نذر مانی کہ وہ اس دشمن خدا و رسول کو قتل کریں گے۔ مگر یہ اپنے رضاعی بھائی حضرت عثمانؓ غنی کی پناہ میں آکر معافی کا طالب ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے پہلے تو اعراض فرمایا مگر حضرت عثمانؓ کی بار بار درخواست پر کہ میں اسے امان دے چکا ہوں حضور نے اسے معاف کر دیا اور اس کی بیعت قبول فرمالی۔ بعد میں حضور ﷺ نے اپنے صحابہ سے (جن میں عبداللہ کے قتل کی نذر ماننے والے صحابی بھی شامل تھے) امتحان ہی خاطر پوچھا کہ جب تک میں نے معافی اور بیعت منظور نہیں کی تھی اس دوران عبداللہ کو قتل کر کے اپنی نذر پوری نہیں کی اس کا کیا سبب ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا آپ ؐ کا ادب مانع تھا۔ اگر فیصلہ کوئی دوسرا تھا تو آپ ؐ ادنی سا اشارہ ہی فرما دیتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آنکھ کے مخفی اشارے کی خیانت بھی نبی کی شان سے بعید ہے۔ اس طرح کلام پاک میں خیانت کے اس مجرم کے ساتھ بھی نبی کریم ﷺ نے یہ سلوک روا رکھنا گوارا نہ فرمایا کہ اسے خاموشی سے قتل کروا دیا جائے۔ اور غالباً صحابہ کو یہی سبق دینے کیلئے آپ ؐ نے ان سے یہ سوال پوچھا تھا ورنہ وہ رسول امین جس نے یہ فیصلہ سنایا کہ ایک مسلمان عورت نے بھی جسے امان دی وہ ہماری امان شمار ہوگی تو حضرت عثمانؓ جیسے جلیل القدر صحابی کی امان کے باوجود نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں کوئی کیسے جرات کر سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی واضح فیصلہ سے قبل ایسا اقدام کرے۔ بیعت کی قبولیت کے بعد عبداللہ اپنے جرائم کے باعث حیاء کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کے سامنے آنے سے کتراتا تھا تب اس رحیم و کریم

اور عالی ظرف رسول نے اسے محبت بھرا پیغام بھجوایا کہ اسلام اس سے پہلے کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

(i۔ابو داؤد کتاب الجہاد' ii۔ابن ھشام جز۴ صفحہ ۹۲' iii۔سیرت الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۳۔۱۰۴')

ھبار کی معافی:۔ انہی واجب القتل مجرموں میں ایک شخص ھبار بن الاسود بھی تھا۔ جس نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر مکہ سے مدینہ ہجرت کے وقت نیزے سے قاتلانہ حملہ کیا جس سے وہ اونٹ پر سے ایک پتھریلی چٹان پر گریں۔ آپ اس وقت حاملہ تھیں۔ اس حادثہ کی نتیجہ میں ان کا حمل ضائع ہو گیا اور بالآخر یہی بیماری انکے لئے جان لیوا ثابت ہوئی۔ اس جرم کی بناء پر حضور ﷺ نے اس کے قتل کا فیصلہ فرمایا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر تو یہ بھاگ کر کہیں چلا گیا۔ بعد میں جب نبی کریم ﷺ واپس مدینہ تشریف لائے تو ھبار حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور رحم کی بھیک مانگتے ہوئے عرض کیا کہ پہلے تو میں آپؐ کے ڈر سے فرار ہو گیا تھا مگر پھر آپؐ کے عفو و رحم کا خیال مجھے آپؐ کے پاس واپس لایا ہے۔ اے خدا کے نبی! ہم جاہلیت اور شرک میں تھے خدا نے ہمیں آپؐ کے ذریعہ ہدایت دی اور ہلاکت سے بچایا۔ پس میری جہالت سے صرف نظر فرمائیں بے شک میں اپنے قصوروں اور زیادتیوں کا اقراری اور معترف ہوں۔ عفو و کرم کے اس پیکر نے اپنی صاحبزادی کے اس قاتل کو بخش دیا اور فرمایا جا اے ھبار! میں نے تجھے معاف کیا اور اللہ کا یہ احسان ہے کہ اس نے تمہیں قبول اسلام کی توفیق دی اور پھر اسے بھی تسلی دی کہ اسلام پہلے گناہوں کا ازالہ کر دیتا ہے۔ (سیرت الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۶)

ابوجہل کے بیٹے سے عفو:۔ واجب القتل مجرموں میں دشمن

اسلام ابو جہل کا بیٹا اور مشرکین مکہ کا سردار عکرمہ بھی تھا جس نے ساری عمر اسلام کی مخالفت اور عداوت میں گزار دی۔ مسلمانوں اور بانی اسلام کو وطن سے بے وطن کیا پھر مدینے میں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا ان پر جنگیں مسلط کیں اور ان کے خلاف لشکر کھینچ کر لے گیا۔ حدیبیہ مقام پر مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے روکا اور پھر اس موقع پر جو معاہدہ کیا اسے توڑنے اور پامال کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ فتح مکہ کے موقع پر امن کے اعلان عام کے مطابق ہتھیار نہ ڈالے بلکہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خالد بن ولید کے دستے پر حملہ کر کے حرم میں خونریزی کا موجب بنا اپنے ان شنیع جرائم کی معافی کی کوئی صورت نہ دیکھ کر فتح مکہ کے بعد عکرمہ یمن کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کی بیوی ام حکیم مسلمان ہو گئی اور رسول کریم ﷺ کے دربار عفو سے اپنے خاوند کی معافی اور امان کی طالب ہوئی۔ حضور ﷺ نے اس جانی دشمن کے لئے بھی امان نامہ عطا فرما دیا۔ اس کی بیوی تلاش میں اس کے پیچھے گئی اور اسے جا لیا اور کہا میں اس عظیم انسان کے پاس سے آئی ہوں جو بہت ہی صلہ رحمی کرنیوالا اور حسن سلوک کرنیوالا ہے تم اپنے آپ کو ہلاک مت کرو میں تمہارے لئے پروانہ امان لیکر آئی ہوں۔ عکرمہ کو اپنے جرائم کے خیال سے معافی کا یقین تو نہ آتا تھا مگر اپنی بیوی پر اعتماد کرتے ہوئے واپس لوٹ آیا اور جب رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہوا تو آپؐ نے کمال شفقت و محبت کا سلوک کیا اپنے اس جانی دشمن کو خوش آمدید کہا اور دشمن قوم کے اس سردار کے اعزاز کیلئے کھڑے ہو گئے۔ (موطا کتاب النکاح) اور اپنی چادر اس کی طرف پھینک دی جو امان عطا کرنے کے علاوہ احسان کا اظہار بھی تھا پھر آپ فرط مسرت سے ان کی طرف آگے بڑھے۔ عکرمہ نے عرض کیا میری بیوی کہتی ہے آپؐ نے مجھے معاف فرما دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں یہ

درست کہتی ہے۔ تب عکرمہ کا سینہ کھل گیا اور وہ بے اختیار کہہ اٹھا۔ اے محمد! واقعی آپ تو بہت ہی صلہ رحمی کرنیوالے اور بے حد حلیم اور بہت ہی کریم ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ تب میرے آقا کی خوشی دیکھنے والی تھی کہ مشرکین کا سردار اپنے لشکر کا سالار مسلمان ہو رہا تھا آج ان کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا کہ آپ کے خوابوں کی تعبیریں پوری ہو رہی تھیں۔ آپ نے ایک دفعہ رؤیا میں ابو جہل کے ہاتھ میں جنتی پھل انگور کے خوشے دیکھے تھے آج ابو جہل کے بیٹے عکرمہ کے قبول اسلام سے اس کی تعبیر ظاہر ہوئی۔ یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشی سے مسکرا رہے تھے صحابہؓ نے استفسار کیا تو فرمایا کہ میں خدا کی شان اور قدرت پر حیران ہو کر خوشی سے مسکراتا ہوں کہ بدر میں عکرمہ نے جس مسلمان صحابی کو قتل کیا تھا وہ شہید صحابی اور عکرمہ دونوں جنت میں ایک ہی درجے میں ہوں گے۔ بعد میں جنگ یرموک میں عکرمہ کی شہادت سے یہ بات مزید کھل کر ظاہر ہوگئی۔

عکرمہ پر مزید احسان:۔ الغرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عکرمہ کے اسلام سے خوش ہو کر فرمایا کہ اے عکرمہ! آج جو مانگنا ہے مجھ سے مانگ لو میں اپنی توفیق و استطاعت کے مطابق تمہیں عطا کرنیکا وعدہ کرتا ہوں۔ مگر اب وہ دنیا دار عکرمہ یکسر بدل چکا تھا توحید و رسالت کا صدق دل سے اقرار کرکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر اس کی ہستی میں ایک انقلاب رونما ہو چکا تھا اس نے عرض کیا اے خدا کے رسول! میرے لئے اپنے مولیٰ سے بخشش کی دعا کیجئے کہ جو دشمنی میں نے آج تک آپ سے کی وہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت دعا کیلئے خدا کے حضور ہاتھ پھیلا دیئے اور

عرض کرنے لگے۔ مولیٰ اے میرے مولیٰ! عکرمہ کی سب عداوتیں اور قصور معاف فرمادے' اور خود آپؐ نے بھی صدق دل سے عکرمہ کو ایسا معاف کیا کہ مسلمانوں کو بھی تاکید کی کہ دیکھو عکرمہ کے سامنے اس کے باپ ابو جہل کو برا بھلا نہ کہنا اس سے میرے ساتھی عکرمہ کی دلازاری ہوگی اور اسے تکلیف پہنچے گی۔ (ابن ہشام جلد ۴ جلد ۹۲)

ھند سے حسن سلوک:۔ ان مجرموں میں ابو سفیان کی بیوی ھند بنت عتبہ بھی تھی۔ جس نے اسلام کے خلاف جنگوں کے دوران کفار قریش کو اکسانے اور بھڑکانے کا فریضہ خوب ادا کیا تھا اور رجزیہ اشعار پڑھ کر اپنے مردوں کو انگیخت کیا تھا کہ اگر فتح مند ہو کر لوٹو گے تو ہم تمہارا استقبال کریں گی ورنہ ہمیشہ کیلئے جدائی اختیار کرلیں گی۔

(ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۱۵۱)

اس طرح جنگ احد میں اسی ھند نے رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کی نعش کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا تھا ان کے ناک کان اور دیگر اعضاء کاٹ کر لاش کا حلیہ بگاڑا اور ان کا کلیجہ چبا کر آتش انتقام سرد کی تھی۔ فتح مکہ کے بعد جب رسول اللہ نے عورتوں کی بیعت لی تو یہ ھند بھی نقاب اوڑھ کر آگئی کیونکہ اسکے جرائم کی وجہ سے اسے بھی واجب القتل قرار دیا گیا تھا۔ بیعت کے دوران اس نے بعض شرائط بیعت کے بارہ میں استفسار کیا تو نبی کریم ﷺ پہچان گئے کہ ایسی دیدہ دلیری ھند ہی کر سکتی ہے۔ آپؐ نے پوچھا کیا تم ابو سفیان کی بیوی ھند ہو! اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اب تو میں دل سے مسلمان ہو چکی ہوں جو کچھ پہلے گذر چکا آپؐ بھی اس سے درگذر فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک فرمائے گا۔

رسول کریم ﷺ کا حوصلہ دیکھو کہ اپنے محبوب چچا کا کلیجہ چبانے

والی ھند کو بھی معاف فرما کر ہمیشہ کیلئے اس کا دل جیت لیا۔ اس پر آپؐ کے عفو و کرم کا ایسا اثر ہوا کہ اس کی کایا ہی پلٹ گئی اس نے اپنا دل بھی شرک و بت پرستی سے پاک کیا اور گھر میں موجود تمام بت توڑ کر نکال باہر کیئے۔

اسی شام ھند نے رسول اللہ ﷺ کے لئے ضیافت کے اہتمام کی خاطر دو بکرے ذبح کروا کے اور بھون کر حضور کی خدمت میں بھجوائے اور خادمہ کے ہاتھ پیغام بھجوایا کہ ھند بہت معذرت کرتی ہیں کہ آج کل جانور کم ہیں اس لئے یہ جو حقیر سا تحفہ پیش کرنے کی توفیق پا رہی ہوں قبول فرمائیں۔

ہمارے محسن آقا و مولا جو کسی کے احسان کا بوجھ اپنے اوپر نہ رکھتے تھے نے اسی وقت دعا کی کہ اے اللہ ان کے بکریوں کے ریوڑ میں بہت برکت ڈال دے۔ یہ دعا اس شان کے ساتھ قبول ہوئی کہ ھند سے بکریاں سنبھالی نہ جاتی تھیں۔ پھر تو ھند رسول خدا کی ایسی دیوانی ہوئی کہ خود کہا کرتی تھی کہ یا رسول اللہ ﷺ! ایک وقت تھا جب آپؐ کا گھر میری نظر میں دنیا میں سب سے زیادہ ذلیل اور حقیر تھا مگر اب یہ حال ہے کہ روئے زمین پر تمام گھرانوں سے معزز اور عزیز مجھے آپؐ کا گھر ہے۔ (سیرت الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۱۸)

وہ لوگ جو اسلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اسکی اشاعت تلوار کے زور سے ہوئی۔ سوچیں اور غور کریں کہ وہ کونسی تلوار تھی جس نے ھند کا دل فتح کیا تھا۔ بلاشبہ وہ رسول اللہ کی بے پایاں رحمت ہی تھی۔

قاتل حمزہؓ سے درگذر:۔

ان واجب القتل مجرموں میں وحشی بن حرب بھی تھا جس نے اپنی غلامی سے آزادی کے لالچ میں غزوہ احد میں سامنے آکر مقابلہ کرنے کی بجائے چھپ کر اسلامی علمبردار حضرت حمزہؓ پر قاتلانہ حملہ کر کے انہیں شہید کیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد یہ طائف کی طرف بھاگ گیا بعد میں جب مختلف علاقوں سے سفارتی وفود

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے تو وحشی کو کسی نے مشورہ دیا کہ نبی کریم ﷺ سفارتی نمائندوں کا بہت احترام کرتے ہیں اس لئے بجائے چھپ چھپ کر زندگی گزارنے کے تم بھی کسی وفد کے ساتھ دربار نبوی ؐ میں حاضر ہو کر عفو کی بھیک مانگ لو۔ چنانچہ وہ طائف کے سفارتی وفد کے ساتھ آیا اور حضور ﷺ سے آپ ؐ کے چچا کے قتل کی معافی چاہی۔ آپ ؐ نے دیکھ کر فرمایا کہ کیا تم وحشی ہو؟ اس نے کہا جی حضور ؐ! اب میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ آپ ؐ نے فرمایا کیا حمزہ ؓ کو تم نے قتل کیا تھا۔ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ ؐ نے اس واقعہ کی تفصیل پوچھی۔ اس نے بتایا کہ کس طرح تاک کر اور چھپ کر ان کو نیزا مارا اور شہید کیا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کی اپنے محبوب چچا کی شہادت کی یاد ایک بار پھر تازہ ہو گئی صحابہ ؓ نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ شاید اس وقت آپ ؐ کو حضرت حمزہ ؓ کے احسانات بھی یاد آئے ہوں گے جو ابوجہل کی ایذاؤں کے مقابل پر آپ ؐ کی سپر بن کر اسلام کی کمزوری کے زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے اور آخر دم تک نبی کریم ﷺ کے دست و بازو بنے رہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر جذبات میں کس قدر تلاطم برپا ہو سکتا ہے اس کا اندازہ اہل دل ہی کر سکتے ہیں۔ مگر دوسری طرف وحشی قبول اسلام کا اعلان کر کے عفو کا طالب ہو چکا تھا۔ تب آپ ؐ نے کمال شفقت اور حوصلہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ اے وحشی! میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ کیا تم اتنا کر سکتے ہو کہ میری نظروں کے سامنے نہ آؤ (تاکہ اپنے پیارے چچا کی المناک شہادت کی دکھ بھری یاد مجھے بار بار ستاتی نہ رہے) وحشی رسول اللہ ؐ کا یہ حیرت انگیز احسان دیکھ کر آپ ؐ کے حسن خلق کا معترف ہو کر صدق دل سے مسلمان ہوا اور حضرت حمزہ ؓ کے قتل کا کفارہ ادا کرنے کی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اس نے اپنے دل میں یہ عہد کیا کہ

اب میں اسلام کے کسی بڑے دشمن کو قتل کر کے حضرت حمزہؓ کے قتل کا بدلہ چکاؤں گا۔ حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں مسلیمہ کذاب کے باغی اور مرتد ساتھیوں کے ساتھ جنگ یمامہ ہوئی تو مسلیمہ کذاب کو قتل کر کے کیفر کردار تک پہنچانے والا یہی وحشی تھا جس کا دل محمد مصطفی ﷺ نے محبت سے جیت لیا تھا۔

(سیرت الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۹ و تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۹۴)

دشمن اسلام صفوان پر احسان:۔

صفوان بن امیہ مشرکین مکہ کے ان سرداروں میں سے تھا جو عمر بھر مسلمانوں سے نبرد آزما رہے اور فتح مکہ کے موقع پر عکرمہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے اعلان امن کے باوجود خالد بن ولید کے اسلامی دستے پر حملہ آور ہوئے تھے مگر اسکے باوجود نبی کریمؐ نے صفوان کے لئے بطور خاص کسی سزا کا اعلان نہیں فرمایا۔ مکہ فتح ہونے کے بعد یہ خود سخت نادم اور شرمندہ ہو کر یمن کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ کیونکہ اپنے جرائم سے خوب واقف تھا۔ اور اپنے خیال میں ان کی معافی کی کوئی صورت نہ پاتا تھا۔ اس کے چچا عمیر بن وھب نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آپؐ نے تو ہر اسود و احمر کو امان دے دی ہے اپنے چچا زاد کا بھی خیال کیجئے اور اسے معاف فرمائیے۔

جب نبی کریم ﷺ نے صفوان کو بھی معاف فرما دیا تو حضرت عمیرؓ نے عرض کیا کہ مجھے اپنی امان کا کوئی نشان بھی عطا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے اپنا وہ سیاہ عمامہ معافی کی علامت کے طور پر اتار کر دے دیا جو فتح مکہ کے روز آپؐ نے پہنا ہوا تھا۔ عمیر نے جا کر صفوان کو معافی کی خبر دی تو اسے یقین نہ آتا تھا کہ اسے بھی معافی ہو سکتی ہے۔ اس نے عمیر سے کہا کہ "تو جھوٹا ہے۔ میری نظروں سے دور ہو جا میرے جیسے انسان کو کیسے معافی مل سکتی ہے۔ مجھے

اپنی جان کا خطرہ ہے۔" حضرت عمیرؓ نے اسے سمجھایا کہ نبی کریم ﷺ تمہارے تصور سے بھی کہیں زیادہ بہت احسان کرنیوالے اور حلیم و کریم ہیں ان کی عزت تمہاری عزت اور ان کی حکومت تمہاری حکومت ہے۔ اس یقین دہانی پر صفوان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پہلا سوال یہی دریافت کیا کہ کیا آپؐ نے مجھے امان دی ہے؟ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے تمہیں امان دی ہے۔ صفوان نے عرض کیا کہ مجھے دو ماہ کی مہلت دے دیں (کہ اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے مکہ میں ٹھہروں) نبی کریم ﷺ نے چار ماہ کی مہلت عطا فرمائی اور یوں اپنے بدترین دشمن سے بھی اعلیٰ درجہ کا حسن سلوک کرکے خلق عظیم کی شاندار مثال قائم فرمادی۔

(سیرت الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۸ ابن ہشام جز ۴ صفحہ ۱۰۵)

مگر بالآخر چند ہی دنوں میں آپؐ نے صفوان کا دل اپنے جود و سخا سے جیت لیا۔ محاصرہ طائف سے واپسی پر جب حضور ایک وادی کے پاس سے گزرے جہاں نبی کریم ﷺ کے مال خمس وفیئی کے جانوروں کے ریوڑ چر رہے تھے تو صفوان حیران ہو کر طمع بھری آنکھوں سے ان کو دیکھنے لگا حضور صفوان کو دیکھ رہے تھے۔ پھر فرمایا اے صفوان! کیا یہ جانور تجھے بہت اچھے لگ رہے ہیں؟ اس نے کہا ہاں! آپؐ نے فرمایا جاؤ یہ سب جانور میں نے تمہیں بخش دیئے۔ صفوان بے اختیار یہ کہہ اٹھا کہ خدا کی قسم! اتنی بڑی عطا اتنی خوش دلی سے سوائے نبی کے کوئی نہیں کرسکتا اور یہ کہہ کر اس نے وہیں اسلام قبول کرلیا۔ (تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۹۴)

حارث اور زہیر کی معافی:۔

حارث بن ہشام اور زہیر بن امیہ بھی عکرمہ اور صفوان کے ساتھیوں میں سے تھے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی امان قبول کرنیکی بجائے مزاحمت کرنے

کا فیصلہ کیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد پشیمان تھے کہ نامعلوم اب ان کے ساتھ کیا سلوک ہو۔ چنانچہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی چچا زاد بہن ام ہانی سے معافی کیلئے سفارش چاہی کیونکہ یہ دونوں ان کے سسرالی عزیز تھے۔ حضرت ام ہانی نے انہیں امان دے کر اپنے گھر میں ٹھہرایا اور پہلے اپنے بھائی حضرت علیؓ سے ان کی معافی کیلئے بات کی۔ حضرت علیؓ نے صاف جواب دیا کہ ایسے معاندین اسلام کو میں خود اپنے ہاتھ سے قتل کرونگا۔ تب ام ہانی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اب دو ظالم دشمنان اسلام کے لئے ایک ایسی خاتون کی امان جو ابھی خود بھی مسلمان نہیں ہوئی کیا حیثیت رکھتی ہے۔ مگر جب ام ہانی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جاکر عرض کیا کہ میرا بھائی علی کہتا ہے کہ وہ اس شخص کو جسے میں نے امان دی ہے قتل کرے گا۔ نبی کریم ﷺ کا حوصلہ دیکھو۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے ام ہانی جسے تم نے امان دی اسے ہم نے امان دی۔ چنانچہ ان دونوں دشمنان اسلام کو بھی معاف کردیا گیا۔

(ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۹۲)

حارث بن ہشام کو جو قریش کے سرداروں میں سے تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹوں کا تحفہ دیا۔ یہ غزوہ یرموک میں شامل ہوئے اور اسی میں شہید ہوئے۔ یہ وہی حارث ہیں جنہوں نے اپنے دوسرے دو زخمی مسلمان بھائیوں عکرمہ اور سہیل کو پیاسا دیکھ کر خود پانی پینے کی بجائے انہیں پلانے کا اشارہ کیا اور یوں ایثار کرتے ہوئے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ (اسد الغابہ جلد اول صفحہ ۳۵۱۔۳۵۲)

حارث بن ہشام کا اپنا بیان ہے کہ جب ام ہانی نے مجھے پناہ دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی پناہ قبول فرمالی تو کوئی بھی مجھ سے تعرض نہیں کرتا تھا۔ البتہ مجھے حضرت عمرؓ کا ڈر تھا لیکن وہ بھی ایک دفعہ میرے ہاں سے

گزرے' میں بیٹھا ہوا تھا مگر انہوں نے بھی کوئی تعرض نہ کیا۔ اب مجھے صرف اس بات کی شرم تھی کہ میں رسول اللہ ﷺ کو کیا منہ دکھاؤں گا کیونکہ حضورؐ کو دیکھنے سے مجھے وہ تمام باتیں اور اپنی وہ دشمنیاں یاد آ جائیں گی' جو میں ہر موقعے پر حضور ﷺ کے خلاف مشرکوں کے ساتھ مل کر کرتا رہا تھا لیکن جب میں حضور ﷺ سے ملا اس وقت وہ مسجد میں داخل ہو رہے تھے۔ آپؐ کمال شفقت سے میری خاطر رک گئے اور خندہ پیشانی اور بشاشت سے میرے ساتھ ملاقات فرمائی۔ تب میں نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا اور حق کی گواہی دے دی۔ حضور ﷺ نے اس موقعہ پر فرمایا کہ سب حمد اس اللہ کی ہے جس نے تمہیں ہدایت دی۔ تمہارے جیسا عقلمند انسان اسلام سے کس طرح دور اور اس سے لاعلم رہ سکتا تھا۔

(سیرت الحلبیہ جلد سوم صفحہ ۱۱۷)

الغرض فتح مکہ کے موقع پر صرف چار مجرموں کو سزائے موت دیکر باقی سب کو معاف کر دینا تاریخ عالم کا منفرد واقعہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان بے نظیر احسانات کا نظارہ دیکھ کر مشہور مستشرق سر ولیم میور بھی انگشت بدنداں ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:۔

"اشتہاریان قتل تعداد میں تھوڑے ہی تھے اور شاید وہ سارے ہی اپنے جرائم کی وجہ سے انصاف کے مطابق قتل کے لائق تھے (سوائے ایک مغنیہ کے قتل کے) باقی سب کا قتل سیاسی عناد کی بجائے ان کے جرائم کی بنیاد پر تھا...... محمد کا یہ حیرت انگیز کردار بے مثال فیاضی اور اعتدال کا نمونہ تھا۔ لیکن محمدؐ نے جلد ہی اس کا انعام بھی لے لیا اور وہ یوں کہ آپؐ کے وطن کی ساری آبادی صدق دل سے آپؐ کے ساتھ ہو گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم چند ہفتوں میں دو ہزار مکہ کے باسیوں کو

مسلمانوں کی طرف سے (حنین میں) لڑائی کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔"

(لائف آف محمد صفحہ ۴۲۵)

پس فتح مکہ کا دن رسول اکرم ﷺ کی ذات سے ہر تشدد کے الزام دور کرنے کا دن تھا جب مکہ کو پیغمبر اسلام کی شوکت و جلال نے ڈھانپ لیا تھا اور جب مسلمان فاتحین کے خوف سے عرب سرداروں کے جسم لرزاں تھے اور سینوں میں دل دھڑک رہے تھے۔ جب مکہ کی بستی ایک دھڑکتا ہوا دل بن گئی تھی تو یہ وقت تھا کہ تلوار کے زور سے لوگوں کو مسلمان بنایا جاتا اور جائیدادوں پر قبضہ کیا جاتا لیکن یہ دن گواہ ہے کہ کہیں ایسا نہیں ہوا اور فتح مکہ کا یہ دن ابدالاباد تک محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات سے جبرو تشدد کے الزام کی نفی کرتا رہے گا۔

حکومت مکہ اور عدل و انصاف کا قیام:۔

فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے جہاں اپنے اخلاق فاضلہ کے ذریعہ عدل کے درجہ سے بڑھ کر اپنی قوم سے احسان کا سلوک روا رکھا وہاں ان پر یہ بھی واضح کردیا کہ آئندہ ان کے درمیان اسلام کے جس آئین و قانون کی حکمرانی ہوگی اس کی بنیادی بات عدل و انصاف ہے۔ جسے کسی بھی صورت میں قربان نہیں کیا جاسکتا اور اس پہلو سے امیر غریب سب برابر ہیں۔ چنانچہ اس موقع پر قریش کے ایک معزز قبیلہ بنو مخزوم کی ایک خاتون فاطمہ نامی نے کچھ زیورات چوری کرلئے۔ اسلامی قانون کے مطابق اس کی سزا ہاتھ کاٹنا تھی۔ مگر بنی مخزوم کے لوگ اسے اپنی توہین سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی عزیز ترین ہستی حضرت اسامہؓ کے ذریعہ آپؐ کی خدمت میں سفارش کروائی۔ مگر ان لوگوں کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب آنحضرت ﷺ نے اپنے ایک پیارے کی ناحق سفارش بھی

سختی سے رد فرمادی۔ قیام احکام الٰہی کی غیرت اور غضب سے آپؑ کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا اور حضرت اسامہؓ سے فرمایا۔ کیا تم اللہ کی حدود اور احکام کے برخلاف میرے پاس سفارش کرنا چاہتے ہو؟

حضرت اسامہؓ کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لئے دعائے بخشش کی درخواست کی۔ پھر اسی شام رسول اللہ ﷺ نے قیام عدل کے بارہ میں ایک تقریر فرمائی۔ اس میں ارشاد فرمایا کہ:۔

"تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ ان میں سے جب کوئی معزز کوئی جرم مثلاً چوری کرتا تھا تو وہ اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور جرم کرتا تو اسے سزا دی جاتی۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میری بیٹی فاطمہ بنت محمد سے بھی یہ جرم سرزد ہوتا اور وہ چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کے اس فیصلہ کے مطابق اس عورت پر حد قائم کی گئی۔" (بخاری کتاب المغازی)

اس واقعہ سے نبی کریم ﷺ کے اخلاق فاضلہ کے علاوہ خدا تعالیٰ سے آپؑ کے تعلق کا پتہ چلتا ہے کہ احکام الٰہی کی بجاآوری کے لئے آپؑ دنیا کے کسی تعلق کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور ہمیشہ خدا کی ذات کو مقدم رکھتے تھے۔

نو مسلموں سے احسان:۔ فتح مکہ کے سفر سے واپسی پر بھی نبی کریم ﷺ کے اخلاق فاضلہ کے شاندار نمونے دیکھنے میں آئے۔ نو مسلموں کی تالیف قلبی کا یہ شاندار نظارہ بھی دیکھا گیا کہ مشرک سردار مکہ اسید کے ۲۱ سالہ جوان سال بیٹے عتاب کو مسلمان نے پر مکہ کا والی اور حاکم مقرر فرمایا۔ یہ وہی عتاب بن اسید تھے جنہوں نے

خانہ کعبہ میں بلالؓ کی پہلی اذان پر خفگی اور برہمی ظاہر کی تھی مگر فطرت میں سعادت تھی نبی کریم ﷺ نے ان کے حق میں یہ مبشر رؤیا بھی دیکھی تھی کہ عتاب جنت کے دروازے پر آئے ہیں اور زنجیر ہلاتے ہیں اور زور سے ہلاتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ جنت کا دروازہ ان کے لئے کھول دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ان کے مسلمان ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ نے باوجود جواں سالی کے آپ کو مکہ کا حاکم مقرر کرتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ آپ کو علم ہے میں نے کن لوگوں پر آپ کو حاکم مقرر کیا ہے؟ ان لوگوں پر جو خدا والے ہیں۔ پس ان کا خاص خیال رکھنا۔ حضور ﷺ نے از راہ تاکید تین بار یہ نصیحت دہرائی۔

نبی کریم ﷺ نے اہل مکہ کی دینی و تربیتی ضروریات کیلئے حضرت معاذ رضی اللہ بن جبل انصاری کو مقرر فرمایا جو بطور مربی اہل مکہ یہ خدمات انجام دیتے رہے مگر نمازوں کی امامت وغیرہ کی یہ ذمہ داری امیر ہونے کے ناطے سے حضرت عتاب کے ہی سپرد تھی۔ حضرت عتاب نے اس انتخاب کا خوب حق ادا کیا اور مکہ کے کامیاب والی ثابت ہوئے۔

(سیرت الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۲۰۔۱۲۱)

المراجع والمصادر

نوٹ: کتاب ہذا کے حوالہ جات میں اختصار کی خاطر متعلقہ کتاب کے اشاراتی مختصر نام پر اکتفا کیا گیا ہے۔ فہرست ہذا میں ان کتب کا مکمل تعارف کرادیا گیا ہے۔

نمبر شمار	اشارہ	نام کتاب	نام مصنف	مطبع
1		القرآن کریم		
2	بخاری	جامع صحیح بخاری	ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ	
3	مسلم	صحیح مسلم	ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ	
4	ترمذی	سنن الترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ متوفی ۲۷۹ھ	
5	ابوداؤد	سنن ابوداؤد	ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی متوفی ۲۷۵ھ	
6	مسند احمد	مسند الامام احمد بن حنبل	احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ	دارالفکر العربی بیروت
7	ابن ہشام	السیرۃ النبویہ مع الروض الانف	علامہ ابو محمد عبدالملک بن ھشام متوفی ۲۱۳ھ	دارالمعرفہ بیروت

8	ابن سعد	الطبقات الکبری	محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ	دار صادر بیروت
9	زرقانی	شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی	علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی متوفی ۱۱۲۲ھ	ازھریہ مصریہ طبعہ اولی ۱۳۲۵ھ
10	تاریخ الخمیس	تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس	امام شیخ حسین بن محمد بن الحسن الدیار بکری متوفی ۹۶۶ھ	موشلشہ شعبان- النشر والتواریخ بیروت
11	سیرت الحلبیہ	انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون المعروفہ بسیرۃ الحلبیہ	علامہ علی بن برہان الدین حلبی الشافعی متوفی ۱۰۴۴ھ	محمد علی میدان الازھر مصر ۱۹۳۵
12	دلائل النبوہ	دلائل النبوۃ	ابوبکر احمد بن حسین البیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)	دار الکتب العلمیہ بیروت
13	حیاۃ محمدؐ	حیاۃ محمدؐ	تالیف امیل درمنغم ترجمہ عربی عادل زعیمر	دار احیاء الکتب العربیہ عیسی البابی الحلبی مصر طبعہ ثانیہ
14	اسد الغابہ	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابوالحسن علی بن محمد ابن الاثیر الجزری متوفی ۶۳۰ھ	دار احیاء التراث العربی بیروت
15	بحار الانوار	بحار الانوار	علامہ محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ	ایران
16	انتخاب قرآن			

Smith Elder & Co.Spottis-woode New Street Squair And Parlia-ment Street London.	Sir Wiliam Muir	The Life Of Mahomet.	لائف آف محمد	17
Oxford Univer-sity Press Kara-chi. At Mueid Pakages Kara-chi Ist Great Bri-tain in 1953. 2nd in Pakistan in 1979. 3rd in Pakistan 1993.	W. Montgom-ery Watt.	Muhammad at Mecca.	محمد ایٹ مکہ	18
Oxford University Press. London.	W.Montgom-ery Watt.	Muhammad at Medina	محمد ایٹ مدینہ	19